FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

''شادی کے انداز [illegible] بعد میاں بیوی، بہن بھائی جیسے بن جاتے ہیں؟''

ٹاک شو کے ہوسٹ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے معروف اینکر سے سوال کیا تھا، جواباً حاضرین و ناظرین میں دبے دبے انداز کی ہنسی بکھر گئی، زنیرہ نے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر آواز کا والیوم بڑھایا تھا ساتھ ہی کنکھیوں سے حیدر کی جانب دیکھا جو ہرگز متوجہ نظر نہیں آتا تھا، ہاتھ میں موجود سیل فون کے کی بورڈ پہ اس کی انگلیاں تیزی سے ٹیکسٹ ٹائپ کرنے میں مصروف تھیں، زنیرہ نے محض اس کی توجہ حاصل کرنے کو آواز کچھ اور تیز کی۔

''سال دو سال بعد لازمی، دیکھو ناں یار جیسے ہی اک دو بچے ہوئے بس میاں بیوی دونوں ہی بے زار، اکتائے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں، بیوی بچوں کی اور گھر کی ذمہ داریوں کی وجہ سے اور مرد کاروبار کے بکھیڑے میں الجھ جاتے ہیں، ایسے میں اگر کبھی مرد رومینٹک ہونے کی کوشش بھی کرے تو بیوی اس کوشش کو بڑی صفائی سے ناکام بنا دیتی ہے، ''منے کو بخار ہے، بڑے والے کے اسکول سے مسلسل کمپلین آرہی ہے، آپ سے تو کبھی نہیں ہوتا کبھی جا کر پتا ہی کر آئیں'' یعنی دنیا بھر کا خشک اور جلاتا ہوا شکایتی لہجہ، اب ہوتا ہے رومینٹک موڈ کا ناس کہ نہیں؟''

معروف اینکر اپنے مخصوص پر مزاح انداز میں فرما رہے تھے، زنیرہ سخت جز بز ہوئی تھی یہ دیکھ کر کہ حیدر کی توجہ ہنوز سیل فون پہ تھی، کچھ کہے بغیر اس نے فون پہ جھپٹا مارا تھا، حیدر بری طرح بدمزا ہوا۔

''اُفوہ! کیا مسئلہ ہے بھئی، ادھر دو میرا

مکمل ناول

ام مریم

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

فون۔" وہ لمحوں میں ہی بے حد جھنجھلا کر رہ گیا تھا، کتنی کوفت تھی، زینیہ کا دل اداسی سی چہرے پہ سمیٹ کر لانے لگا۔

"ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مگن ہوتے ہیں، کچھ تو وقت مجھے بھی دے دیا کریں۔" وہ ناچاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گئی، انداز کسی قدر روہانسا تھا، حیدر نے بے دریغ گھورا۔

"ساتھ تو بیٹھا ہوں تمہارے، اب کیا جھولا جھلانے لگوں؟"

"کسی پہ توجہ دینا جھولا جھلانا ہوتا ہے؟ پہلے آپ مجھے جھولا جھلایا کرتے تھے؟" اس نے تیکھے اسے گھورا اور اس کا سیل فون اس کے سامنے پٹخ دیا تھا۔

"اگر لڑکیوں کو ہی میسج کرنے ہیں تو یہاں بیٹھنے کی بھی ضرورت نہیں، جاؤ چلے جاؤ مجھے بھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔" اس نے رقت آمیز آواز میں چیختے ہوئے کہا اور باقاعدہ رخ پھیر لیا، حیدر نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے تھکا ہوا سانس بھرا تھا، اسے زینیہ سے ہمیشہ یہی شکایت رہی تھی کہ وہ غصے میں ادب و آداب بھول کر تو تکار پہ اتر آیا کرتی تھی۔

"یار کیا ہو گیا ہے تمہیں زینیہ! دو بچوں کی ماں ہو کر بھی تم میں ابھی تک بچپنا موجود ہے اور......"

"ہاں ہاں اسی بات کو تو تم مجھے سزا دیتے ہو، دو بچوں کی ماں جو ہوں میں، اب تمہارے لئے مجھ میں بھلا کیا اٹریکشن بچی ہو گی، اب تو بھی کرو گے تم۔" حیدر کی بات کاٹ کر وہ اس پر چڑھ دوڑیں، انداز بے حد بھڑکا ہوا شعلہ ساماں تھا، حیدر کی عاجزی اس کے دھیان میں کہاں آ سکتی تھی، وہ اس درجہ بدگمانی کے مظاہرے پہ اسے بے بسی چھلکاتی نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

"تو کہنے لگی اپنی ایم ساری اقسم ہرٹ ہوئیں ہو، بتاؤ کیا چاہتی ہو تم؟" حیدر کا لہجہ و انداز مصالحانہ

"ایکسکیوزمی مسٹر حیدر حسن شاہ، میں آپ سے کیوں کچھ چاہنے لگی، یاد رکھا کریں کہ میرا شمار کبھی بھی آپ کے آگے پیچھے پھرنے والی ان فضول اور تھرڈ کلاس لڑکیوں میں نہیں ہوا جو پکے ہوئے پھل کی طرح سے جھولی میں گرنے کو تیار رہتی ہیں، میری طرف سے آپ بھاڑ میں جاؤ۔" وہ بری سے چیخی اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر چلی گئی، اس کے لہجے کی تضحیک اور ذلت حیدر کے خون کو بعد میں بھی کتنی دیر تک کھولاتی رہی تھی مگر اس نے خود کو بھڑکنے نہیں دیا تھا، اسے اندازہ تھا زینیہ پہ ہی گھر اور بچوں کی تمام ذمہ داریاں ہیں، وہ تھک بھی تو بہت جاتی تھی، اس نے سوچا تھا وہ زینیہ سے نرمی سے درسان سے بات کرے گا، اس کے مسائل سنے گا، انہیں حل کرنے کی کوشش کرے گا، اس کی شکایتیں دور کرے گا، مگر کچھ سوچیں، کچھ باتیں محض سوچ اور دعاؤں کی حد سے آگے نہیں بڑھ پاتی ہیں، یہ بھی ایسی ہی سوچ تھی، یہ بھی ایسی ہی بات تھی، جو آنے والے دنوں میں اس کی مصروفیات کی نذر ہو کر رہ گئی اور حیدر کو احساس تک نہ ہو سکا۔

☆☆☆

"آج جلدی گھر آ جائیں گے؟" زینیہ نے اذان کا یونیفارم بدلتے ہوئے لمحہ بھر کو سر اٹھا کر حیدر کو دیکھا جو آئینے کے آگے کھڑا ٹائی کی ناٹ باندھ رہا تھا، اس سوال پہ بھنوؤں کو سوالیہ انداز میں جنبش دی مگر اس پہ نگاہ ڈالے بغیر، اسی کام کی شاید اب اس کے پاس فرصت نہیں ہوتی تھی کہ اسے دیکھے، سراہنا تو بہت دور کی بات ٹھہری تھی، گئے تھے وہ وقت جب اس کے انداز کی وارفتگی اور والہانہ پن زینیہ کے چھکے چھڑائے

رکھا کرتا تھا، جب وہ کتنی ماحول ہوا کرتی تھی، حیدر کے ہر وقت کے رومینٹک موڈ سے، مگر اب وقت تبدیل ہو گیا تھا، حیدر کو اس سے کہیں زیادہ دوسروں کی پرواہ تھی، اپنی اپنے کریئر کی اور ان بے شمار لاتعداد فینز کی جن کی وجہ سے ہی بقول اس کے وہ آج شہرت و عزت کی بلندیوں پر پرواز کرتا تھا، زینیہ کا اور بچوں کا کیا تھا، وہ تو گھر پہ اسی کے لئے ہوتے تھے، بھلا جتنی مرضی مشکل سے کیوں نہ کوئی حاصل کی ہو، اک بار بیوی بن جائے، پھر اسے کہاں جانا ہے، بچوں کی ماں بن گئی تو اور بھی بے فکری ہوئی۔

زینیہ کو پورا یقین تھا یقیناً ایسے ہی خیالات ہوں گے حیدر کے، جن کا بھلے بھی اس نے اس کے سامنے ذکر تک بھی نہ کیا تھا۔

"آپ کو نہیں پتا میں کیوں کہہ رہی ہوں؟" وہ اذان کو یونیفارم پہنا چکی تھی، اب اس کے جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی گلہ سی لہجہ ہلکا سا ہی مگر طنز سمیٹ لایا تھا، یعنی حد تھی اس بندے کی بے حسی اور لاتعلقی و بے نیازی کی بھی، اسے یہ تک بھول گیا تھا، آج کا دن ان کی شادی کا دن تھا، وہ دن جس کے کتنے جتنوں کے بعد اس نے دعاؤں سے من کی مراد پائی تھی، جو خود اس کے بقول اس کی زندگی کا ناقابل فراموش اور خوش قسمت ترین دن تھا، اب وہ اسے ہی بھول بیٹھا تھا، محض پانچ سالوں میں، اس کا دل دکھ سے بوجھل ہونے لگا تو آنکھیں بھر آئیں۔

"افوہ زینیہ ہر بات میں بحث نہ کیا کرو، سیدھی طرح سے بتا دو؟ میں آ جاؤں گا۔" برش مثل پہ پھینکتے ہوئے وہ ہلکے سے جھنجھلایا اور گاڑی کی چابیوں کے ساتھ ساتھ اپنا سیل فون بھی اٹھا کر کوٹ کی جیب میں منتقل کرنے لگا، تو جواب بھی

اس کی جانب نہیں تھی، زینیہ کو ہنگ کے شعبے احساس نے اپنی بے بسی پر اس نے ہونٹ بھینچے اور اذان کے جوتے پٹخ کر تن فن کرتی کمرے سے نکل گئی، اذان پیچھے چیختا رہ گیا تھا۔

"مما شوز تو پہنا دیں۔" مگر اس نے سنا کہاں، حیدر اک لمحے کو ٹھٹکا ضرور تھا مگر اس کی توجہ بٹ گئی، اس کے سیل پہ ملک کے سب سے بڑے پروڈیوسر کی کال آ رہی تھی، جو آج کل اسے سر آنکھوں پہ بٹھاتا تھا تو یہ اس کی لک اور پبلک ڈیمانڈ ہی تھی جو اس کے نخروں اور بھاری بھرکم معاوضے کے باوجود ہر ڈائریکٹر پروڈیوسر کی خواہش تھی وہ ان کے لئے کام کرے، اس میں شک تھا بھی نہیں کہ جس پراجیکٹ میں حیدر کو شامل کر لیا جاتا، اس کے کلک کر جانے میں کوئی شک رہتا ہی نہیں تھا، پھر وہ کیوں نہ اکڑتا، پھر وہ کیوں نہ ناز اٹھواتا زینیہ بھی عجیب تھی، اس کی کامیابیوں، شہرت اور بے تحاشا مقبولیت پہ بھی خوش ہی نہ ہو سکی، بلکہ متفکر و بے کل رہا کرتی، یہ بے کلی ویسے ویسے سوا تر ہوئی جاتی تھی جیسے جیسے حیدر کی مقبولیت میں اضافہ ہوا تھا۔

وہ اس کے معاملے میں حد سے زیادہ حساس تھی، ضرورت سے زیادہ پوزیسو، حیدر کو ہوا بھی چھو جاتی اس کے سامنے تو اس کا بس نہ چلتا اس سے بھی لڑ پڑے۔

رقابت تو محسوس کرتی ہی تھی، ایسے میں حیدر کا شوبز میں ہونا دوسری لڑکیوں سے بات کرنا، کام کرنا اسے کس قدر برا لگ سکتا تھا یہ بس وہی جانتی تھی، ان چند سالوں میں اسے نے جی بھر کے اپنا خون جلایا تھا اسی ایک بات کے پیچھے اور کیا کچھ نہ کر دیکھا تھا حیدر کو اس شعبے سے الگ کرنے کے لئے، منت سماجت سے لے کر دھونس غصہ دھمکی، مگر حیدر پہ مجال ہے جو اثر ہو،

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ایک واحد یہی اس کا مطالبہ تھا جو حیدر نے شادی کے شروع دنوں میں مانا تھا نہ آج تک۔

وہ جتنی اس کی محبت میں دیوانگی اختیار کر رہی تھی، حیدر کی محبت کے رنگ اسی تیزی سے پھیکے پڑتے جا رہے تھے، کبھی کبھار تو باقاعدہ رونے بیٹھ جاتی تھی سر پکڑ کے، کیسا بے حس انسان تھا، اسے کٹھن راہوں کا مسافر بنا کر بے اعتنائی اوڑھ لی تھی، یا شاید اس کی محبت کی شدتوں کو پرکھ کر ہی بے نیاز بن گیا تھا، جبھی تو پرواہ کرنا چھوڑ دی تھی، جیسی بھی بات ہوتی، زینیہ کو ہی اسے منانا پڑتا وہ خفا ہوتی بھی تو کیسے، محبت کی بے بسی ایسا ہونے ہی نہ دیا کرتی، ادھر خفا ہوتی ادھر پھر وہی۔

یہی وجہ تھی کہ صبح جتنے بھی غصے میں تھی، چند گھنٹوں بعد اسے ٹیکسٹ کرنا نہیں بھولی، جس میں جلدی آنے کی وجہ بیان کی گئی تھی، حیدر شوٹ پہ تھا، فارغ ہونے پہ اس نے اس کا ٹیکسٹ دیکھا تو مسکراہٹ ضبط نہیں کر سکا۔

"یار اگر تم مجھے صبح ہی بتا دیتیں تو میں گھر سے جاتا ہی نہیں، آخر اتنا خاص الخاص دن ہے آج ہماری زندگی کا، جس کی یادیں دہراتے، مزا آتا۔" حیدر نے فون پہ ہنستے ہوئے اس سے چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا تھا، زینیہ جتنی بھی سرشار ہوئی ہو، اس پہ ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"ہاں، جیسے اتنے ہی اچھے ہیں ناں آپ۔" وہ منہ پھلا کر جتلائے بغیر نہیں رہی، لہجہ صاف روٹھا تھا۔

"اوہو بیوی! موڈ خراب کرنے کی ضرورت نہیں، ٹائم پہ تیار ہو جانا، ہم باہر چلیں گے، بچوں کو ماما کی طرف چھوڑ دیں گے اوکے؟" وہ تائید چاہ رہا تھا، زینیہ بالآخر مسکرا دی، روح تک جیسے ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

"گفٹ میری پسند کا ہو گا؟" اس نے فرمائش جاری کی، جسے حیدر نے بلا چوں چرا مان لیا۔

"جو حکم سرکار!" وہ سر تسلیم خم کر کے دھیمے سروں میں ہنسا تھا، پھر اسی دن کی شام جب وہ گھر لوٹا، زینیہ نے ہمیشہ کی طرح بہت تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا، وہ ہر روز اس کے آنے پہ ایسا پروٹوکول دیا کرتی جیسے وہ سالوں بعد کہیں سے گھر آیا ہو، وہ اس سے محبت کرتی تھی، اس کی محبت اس کے ہر انداز سے چھلکتی نظر آیا کرتی، بس اک خرابی تھی اس میں زبان سے اظہار کی قائل نہیں تھی، حالانکہ حیدر اسے اکثر چھیڑا کرتا تھا شروع میں۔

"زوجہ کبھی آپ بھی فراخ دلی کا مظاہرہ کر لیا کریں، آئی تھنک شوہر سے اظہار محبت میں ہرگز کوئی مضائقہ نہیں ہے، نہ کوئی فتویٰ لگتا ہے۔" جواب میں وہ کتنا جھینپ جاتی، گلابی چہرا سرخ پڑنے لگتا۔

اس کی لمبی پلکیں جھک کر لرزنے لگتیں جنہیں حیدر متبسم نظروں سے دیکھتا رہتا۔

"مجھے اچھا لگے گا، تم کہو تو۔" وہ اصرار کیے جاتا وہ اسی قدر گریزاں، کبھی کبھار تو حیدر زچ ہو جاتا۔

"مجھے تو لگتا ہے تمہیں مجھ سے کوئی محبت وحبت ہے ہی نہیں۔" اس کے انداز میں جھنجھلاہٹ ہوتی، زینیہ کی جان ہوا ہونے لگ جاتی۔

"ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ اگر محبت نہ ہوتی تو شادی کیوں کرتی بھلا؟ ورنہ وہ تھا نا زرک بھی مگر......"

"اچھا ٹھیک ہے، کوئی ضرورت نہیں اس بندے کا دوبارہ نام لینے کی۔" حیدر کو زرک اک آنکھ بھی نہیں بھاتا تھا، جبھی ناگوار انداز میں ٹوک

دیا کرتا، وہ تو شکر تھا اس کی شادی کے فوراً بعد زرک پاکستان سے چلا گیا تھا، ورنہ تو زینیہ کو یقین تھا اس کی موجودگی میں حیدر اس کے میکے جانے پہ ہی پابندی لگا دیتا، اتنی ہی چڑ تھی اسے زرک سے۔

"آپ چائے پی لیں پھر فریش ہونے کے بعد چینج کر لیجیے گا، میں تب تک بچوں کو تیار کر لوں۔" وہ خود بلیک جھلملاتی ساڑھی میں آسمان سے اتری ہوئی حور سے مشابہہ ہی لگ رہی تھی، پانچ سال پہلے کی طرح آج بھی اس کا حسن قیامت خیز تھا، پورا وجود آج بھی شعاعیں بکھرتا تھا، یوں جیسے موم کے گلابی مجسمے سے روشنیاں پھوٹ رہی ہوں، ہاف آستینوں سے جھانکتے اس کے چاندی جیسے بازو دور سے ہی اپنی ملاحت و نزاکت کا احساس بخشتے تھے، اسے پورا یقین تھا آج حیدر اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا، اتنا ہی دل سے تیار ہوئی تھی وہ۔

اذان اور عجیبہ کو کپڑے پہناتے، تیار کرتے وہ حیدر کے بھی آگے پیچھے پھرتی رہی، خواہش تو وہی تھی، جو اب کچھ عرصے سے حسرت بنتی جا رہی تھی، شوبز کی چکا چوند گلیمرس گرلز کے سامنے اس کا قدرتی اور خالص روپ شاید ماند پڑتا تھا، اب آب و تاب کھونے لگا تھا، جبھی تو وہ اسے سراہنا بھولتا جا رہا تھا، اب بھی حیدر چائے پیتے سیل فون پہ کچھ ای میلز چیک کرتے بچوں سے لاڈ کرتے اسے ستائشی نگاہوں سے نوازنا یاد نہ رکھ سکا۔

"بابا آپ مما کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ میں بھی چلوں گا۔" اذان آ کر اس کی گود میں سوار ہو گیا، اسے اس بات سے کیا غرض ہو سکتی تھی کہ اس کے باپ نے کس قدر مہنگا اور قیمتی سوٹ زیب تن کر رکھا ہے۔

"چلیں سویٹ ہارٹ! آپ دادو کی طرف رہو گے، آج کی شام ہم نے آپ کی مما کے نام کی ہوئی ہے۔" سیل فون سائیڈ پہ رکھتے اس نے اذان کے چھوٹے چھوٹے گداز بازو بڑے پیارے انداز میں اپنے گلے میں حمائل کرتے ہوئے کسی قدر شریر نظروں سے عجیبہ کے ریشمی بالوں کی پونیاں بناتی زینیہ کو دیکھا تھا جو اس کی نظروں کی تپش کو پا کر خود کو پگھلتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

"بابا آج مما بہت کیوٹ لگ رہی ہیں نا؟ عجیبہ کی باربی ڈول کی جیسی؟" اذان نے اس کے گلے سے بانہیں نکالیں اور اس کا چہرا اپنے ننھے سے ہاتھوں میں لے کر تصدیق چاہی ماں کی طرح وہ بھی حیدر کی پوری توجہ کا متمنی ہوا کرتا تھا۔

"ہاں بیٹے! کیوں نہیں۔"

حیدر کے سیل پہ میسج ٹون بجی تھی، وہ ایک بار پھر سیل پہ متوجہ ہو چکا تھا، اذان کی بات کا جواب جتنی بے دھیانی میں دیا تھا، وہ انداز ہی زینیہ کو سلگانے بلکہ آگ لگانے کا باعث بن گیا، اس کی بے توجہی پہ وہ پہلے ہی کچھ کم نہیں جھنجھلائی جا رہی تھی، اب تو جیسے اس کی توہین کی حد ہو گئی تھی۔

"اذان کوئی ضرورت نہیں ہے ان سے زبردستی کی تعریفیں کروانے کی، اٹھو آپ، اندر چلو۔" وہ تلملا کر اٹھی تھی اور کس قدر جارحانہ انداز میں اذان کی کلائی پکڑ کر کھینچا اور حیدر کی گود سے نکال لیا، اذان تو سہما ہی سہما خود حیدر بھی اس درجہ شدید ردعمل پہ ششدر ہوا تھا۔

"بی ہیو یور سیلف زینیہ! دس از ٹو مچ۔"

اس کا افلاطونی قسم کا غصہ آن کی آن میں عود کر آیا تھا جس نے آنکھوں کو دہکایا اور رنگت بے تحاشا سرخ کر دی، زینیہ اس کے اس غصے سے بہت خائف رہا کرتی تھی، اس وقت بھی ایک دم دبک

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سی تھی۔

''میں نے آپ سے تو کچھ نہیں کہا، آپ کام کریں اپنا۔'' اس کا لہجہ مدھم اور شاکی تھا، حیدر نے پرتپش نظروں سے دیکھا تھا اسے پھر اسے کچھ دیر یونہی گھورتا رہنے کے بعد اسی جھلے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

''تمہیں پتہ بھی ہے زینیہ، مجھے بچوں کے ساتھ تمہارا اس بی ہیو بالکل پسند نہیں، آخر کس بات کا غصہ ہے تمہیں، ان ڈائریکٹ بات مت کیا کرو۔'' اذان کو اپنے ساتھ لگائے وہ اسی انداز میں اسے ڈانٹ رہا تھا، زینیہ سر جھکائے بے دردی سے ہونٹ کچلتی آنسو پینے لگی، مگر یہ کوشش ناکام تھی، جبھی ابلتی نمی پلکوں کی دہلیز پھلانگتی گالوں پہ پھسل پھسل کر بکھرنے لگی، حیدر گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''آپ نے مما کو رلایا کیوں ہے بابا! آپ انہیں ڈانٹتے ہیں تو مجھے بالکل اچھے نہیں گندے بابا لگتے ہیں۔'' اذان جھٹ اس سے الگ ہو کر زینیہ سے جا کر چمٹتے ہوئے اسے ملامت کرنے لگا۔

''اذان آپ بہن کے ساتھ لاؤنج میں جاؤ۔''

''میں مما کو چپ کرائے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' اذان کا انداز اٹل اور کسی حد تک ہٹ دھرم تھا، جو ظاہر ہے حیدر کو بالکل پسند نہیں آ سکتا تھا، جبھی اس کی جھلاتی ہوئی طنز آمیز نظریں لمحہ بھر کو زینیہ پہ آن کر ٹھہری تھیں، جن کا الزامیہ مفہوم پڑھ کر وہ اچھی خاصی چڑ گئی تھی۔

''اذان آپ باہر جاؤ بیٹے! آپ کی مما کو میں منا لوں گا آئی سوئیر۔'' بیٹے سے بات کرتے اس کا لہجہ و انداز نہ صرف مدھم بلکہ ملتجی بھی ہو گیا تھا، اذان کچھ دیر متذبذب سا اسے دیکھتا رہا پھر بہن کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے چلا گیا، حیدر نے گہرا سانس بھر کے زینیہ کو دیکھا جو خود بھی وہاں سے جانے کو پر تول رہی تھی۔

''واٹس یور پرابلم زینیہ!'' حیدر نے اس کی بازو کہنی کے پاس سے پکڑ کر زبردستی روکتے ہوئے کسی قدر شدید انداز میں سوال کیا تھا، زینیہ یکلخت ساکن ہو کر رہ گئی، آج اس کی شادی کی سالگرہ تھی اور یہ بے حس کٹھور شخص اسے کٹہرے میں کھڑا کیے باز پرس کر رہا تھا، یعنی سارا رومینس، ساری خوش اخلاقی اب گھر سے باہر تک محدود تھی، یعنی طے ہوا تھا اسے زینیہ سے اس کی پسند ناپسند سے کوئی مطلب نہیں تھا، اس کا دل اس کے جسم کی پور پور اس ناقدری بے مائیگی کے احساس سمیت سسک اٹھی، آنسوؤں کے سمندروں میں ڈوبنے لگی۔

''مجھے ہرگز کوئی مسئلہ نہیں ہے، چھوڑیں مجھے۔'' وہ چیخی اور ایک جھٹکے سے بازو چھڑانا چاہا، انداز بھرپور جنونانہ تھا، حیدر کی گرفت ایسی نہیں تھی کہ اس کی سعی پہ چھوٹ جاتی، بلکہ اس کے برعکس اس نے زینیہ کے بازو کو جو جوابی جھٹکا دیا تو وہ سنبھلے بنا اس کے اوپر آن گری تھی۔

''پتا نہیں کس کم بخت نے میری بیوی سے کہہ دیا کہ وہ اگر ہر وقت لڑتی جھگڑتی طعنے دیتی رہے گی تو اپنے شوہر کو زیادہ اٹریکٹو لگے گی، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔'' اس کی مزاحمت کو ناکام بناتا ہوا حیدر اسے بازوؤں کے شکنجے میں کسے اس پر جھک کر کتنے مدھم بھاری اور گمبھیر لہجے میں سرگوشی کر رہا تھا، زینیہ کو جیسے سکتہ سا ہو گیا، اس نے آنسوؤں بھیگی پلکیں اٹھا کر اس کے ساحرانہ کشش کے حامل چہرے کو دیکھا تھا جس پہ اس پل دبی دبی شرارت اور مسکان کچھ اور بھی تحسین بنا کر اسے دکھا رہی تھی۔

''ورنہ [illegible] اگر اپنی تعریف کرانی تھی تو سیدھے کہا ہوتا، اس طرح جاہل بیویوں کی طرح طعنے مارنے اور بچوں کے سامنے جھگڑنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ ہنس رہا تھا اور اسے جی بھر کے زچ کرنا چاہتا تھا، زینیہ کے اندر جو ابھی ٹھنڈے چشمے جاری ہوئے تھے، یکلخت جیسے الاؤ میں تبدیل ہونے لگے، یعنی وہ سب کچھ جان کر بھی انجان بنتا تھا یہ تو ڈبل جرم تھا اس کے نزدیک۔

''اس کا مطلب آپ......'' وہ بھپھک کر کہنے جا رہی تھی کہ حیدر نے اس کے غصے میں کانپتے ہوئے ہونٹوں پہ بہت نرمی سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''اونہہ! بس سنو مجھے، اس وقت تم بہت پیاری لگ رہی ہو، بتاؤں کتنی پیاری؟ جتنی ہماری شادی پہ لگی تھیں، زینیہ تم میرے لیے خاص ہو سب سے الگ، میرے بچوں کی ماں، جو کوئی اور نہیں ہے اور کبھی مت بھولا کرو کہ یہ مرتبہ یہ مقام میں نے خود تمہیں بہت چاہ سے سونپا ہے اور کیا چاہیے تمہیں؟'' اس کا لہجہ مدھم تھا، سحر طاری کرتا ہوا، روح میں دور تک پھول کھلاتا ہوا، اس کی پلکیں لرزنے لگیں۔

''میں جانتی ہوں حیدر! مگر آپ کو پتا ہے، محبت اظہار مانگتی ہے، میری محبت تو خاص طور پہ بہت وہمی ہے، بہت شکی، آپ سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اسے اظہار سے تقویت پہنچاتے رہیں۔'' اس کی شرٹ کے بٹنوں سے کھیلتی وہ کتنی آسودہ کتنی سرشاری شکوہ کر رہی تھی، جواباً حیدر کی نگاہوں میں بہت ساری شریر چمک اور شوخی اتر آئی۔

''کیوں نہیں ہو سکتا، مگر یہ اظہار صرف زبانی کلامی ہی کیوں، عمل کیوں نہیں، بس باہر جانے کا پروگرام کینسل، میں نے کہا نا تم اتنی پیاری لگ رہی ہو جتنی ہماری شادی کے موقع پہ، آ جاؤ، پھر اس رات کی یاد کو تازہ کر لیں۔'' اس نے زاویہ بدل کر زینیہ کو اپنے پہلو میں جگہ دی تو زینیہ کی بوکھلاہٹ دیکھنے لائق ہو گئی، حیا آلود گلاب چہرے کے ساتھ شرم سے کٹتے ہوئے اس نے بے ساختہ ہاتھ چھڑایا تو چوڑیاں جلترنگ بجا اٹھی تھیں۔

''زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں، میں تیار ہو چکی ہوں، انھیں آپ بھی، اتنے عرصے بعد تو کہیں مجھے ساتھ لے کر جانے پہ آمادہ ہوئے ہیں، ہرگز پروگرام بدلنے نہیں دوں گی۔'' اس کا بے ربط لہجہ اس کے حجاب کا غماز تھا، وہ اتنے سال گزر جانے کے باوجود حیدر کے اتنے رومینٹک موڈ پہ یونہی بے اوسان ہو جایا کرتی تھی، جواباً اس کی حالت دیکھتے حیدر کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''یہ حال ہے محترمہ کا، یعنی ہم میدان میں اترے نہیں اور ان کی پسپائی سامنے آ گئی نہیں، زوجہ ہمارے نزدیک تو محبت بھی یہی ہے اور اس کے اظہار کا بہتر طریقہ بھی، آپ کی طرح ہم خالی خولی ڈائیلاگز پہ یقین نہیں رکھتے۔'' وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا، زینیہ خفت سے سرخ پڑنے لگی۔

''مجھے بس اتنا پتا ہے کہ میں آپ کی طرح بے شرم نہیں ہوں۔'' کھسیا کر بس یہی کہہ سکی تھی وہ جواباً حیدر کا قہقہہ بہت بلند تھا۔

''میں باہر انتظار کر رہی ہوں، آنا ہو گا تو آ جائیے۔'' وہ جھنجھلا کر کہتی دروازہ پار کر گئی، وہ شام بہت خوبصورت تھی وہ رات مگر اسی قدر زینیہ کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوئی، واپسی پہ وہ اک بار پھر روتی دھوتی ہوئی آئی تھی تو وجہ وہی ازلی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

مسئلہ تھا، حیدر کو دیکھ کر لڑکیوں کا دیوانہ وار لپکنا اور حیدر کا جواباً انہیں اہمیت دینا، ایسے میں وہ شدت جواب دے گئی تھی تو عجب کیا تھا، اس نے پھر ساری رات آنسو بہائے تھے کہ حیدر نے پھر اس کی التجاء رد کر دی تھی، وہ بہر حال اس کی خاطر شوبز چھوڑنے پہ آمادہ نہیں تھا۔

☆☆☆

''اُفوہ زنیبہ ناشتہ تو کرا دو مجھے یار۔'' صبح کا وقت تھا اور اس کی بھاگ دوڑ جاری تھی، بسورتی ہوئی عیشیہ کو کاندھے سے لگا رکھا تھا، ساتھ میں اذان کی اسکول کی تیاری کرا رہی تھی، اذان کے بھی باپ کی طرح سو نخرے ہوتے تھے، مزاج بے حد نازک تھا، اپنے معاملے میں بے حد پوزیسو، اسے پوری توجہ چاہیے ہوتی تھی، اب چونکہ زنیبہ عیشیہ کو اٹھائے تھی تو اسے کوفت اور جھنجلاہٹ گھیر رہی تھی جو بات بات میں چھلکتی پڑتی، کبھی یونیفارم کی شرٹ پہ شکن نظر آ جاتی کبھی جوتے گرد آلود لگنے لگتے، وہ اتنا چھوٹا بچہ ابھی سے اتنا خود پسند اور نازک شاہانہ مزاج کا حامل تھا کہ زنیبہ اکثر حیران پریشان تو اکثر زچ ہو کر رہ جایا کرتی۔

''ناشتہ تیار ہے، جا کر کر لیجئے۔'' زنیبہ نے ایک دھمو کا اذان کو لگا کر زبردستی جوتے پہناتے ہوئے کہا تھا بلکہ کہا کیا تھا چیخی تھی، اذان اس عزت افزائی پہ الگ، سائرن بجاتے رونے لگا۔

''کہاں جا کے کر لوں؟'' حیدر نے اچنبھے میں گھر کر اسے دیکھا۔

''ڈائننگ ہال میں اور کہاں۔'' وہ سر اٹھائے بغیر تڑخی۔

''مگر یار پہلے تو تم بیڈ روم میں لا کر دیتی تھیں ناشتہ۔''

''پہلے آپ اتنی جلدی نہیں اٹھتے تھے یاد رہے اور یہ آپ کے سمیت بھی یوں جونکوں کی طرح میری جان کو نہیں چپکے ہوتے تھے، اتنا بڑا گھر اتنے کام اور بچے، سب مجھے اکیلی کو سنبھالنا پڑتا ہے، ایک ملازم رکھ دیا باہر کے کاموں کے لئے، جیسے احسان عظیم کر دیا ہو، میں رات دن کھپتی ہوں، بیوی نہیں نوکرانی سمجھ لیا ہے مجھے۔'' وہ پھنکارنے لگی تھی، حیدر نے گہرا سانس بھرا تھا، آج اسے نجی چینل کے مارننگ شو میں بلوایا گیا تھا، ساتھ جو مہمان مدعو کی گئی تھی وہ وہی ایکٹریس تھی جس کے ساتھ پچھلے دنوں حیدر کا پلے پہ ہٹ گیا تھا، پبلک ان دونوں کی جوڑی کو دل و جان سے پسند کر رہی تھی، یہ شو بھی خالصتاً پبلک ڈیمانڈ کی بنا پہ ہی کیا جا رہا تھا، رات جب حیدر سے مارننگ شو کی کمپیئر بہت عاجزانہ انداز میں اسے مدعو کر کے شرکت پہ اصرار کر رہی تھی زنیبہ نے سب کچھ سنا تھا اور حسب سابق وعادت جل بھن کر خاکستر ہوتی رہی تھی، موڈ کی اس درجہ تباہی کی اصل وجہ بھی یہی تھی، ابھی تو غنیمت تھا اسے آدھی بات معلوم تھی، یعنی اس ایکٹریس کی شو میں شرکت سے انجان تھی۔

''یار نوکرانی کی نوک بنا دو تو تم دل کی رانی بن جاؤ گی، بات ساری سمجھنے کی ہے۔'' بسورتے ہوئے اذان کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اس نے زنیبہ کا موڈ بحال کرنے کو سر گوشی کی، مگر اس کے نقوش یونہی تنے رہے تھے۔

''میرا دماغ خراب نہیں کریں، ناشتہ کر کے جائیں۔'' وہ بگڑی تھی اور رخ پھیر کر عیشیہ کو تھپکنے لگی، حیدر کو کھسیاہٹ میں مبتلا ہوا تھا۔

''ہر وقت غصے میں تیوریاں چڑھائے رکھنے کا سب سے معمولی سائیڈ افیکٹ چہرے پہ جھریاں پڑنا جلدی بڑھاپا آنے کی علامت ہے، لڑکی ذرا سوچو یہی صورتحال رہی تو تم چند سالوں میں بالکل بوڑھی ہو جاؤ گی، بوڑھی ہو جاؤ گی تو مجھ جیسے ہینڈسم، ڈیشنگ آرمی کے ساتھ بالکل بھی سوٹ نہیں کرو گی، تب مجبوراً مجھے دوسری شادی کرنی پڑے گی۔'' اپنا کاندھا اس کے کاندھے سے زور سے ٹکراتا ہوا وہ گویا اسے کچھ بولنے پہ اکسا رہا تھا مگر کوشش کی ناکامی پر ٹھنڈا سانس بھر کے کاندھے اچکاتا ہوا چلا گیا اور زنیبہ کی آنکھوں میں مچلتی نمی بہت بے تابی سے اس کے گال بھگونے لگی تھی، وہ بے حد زود رنج ہو رہی تھی، اس نے حیدر کی اس بات کو مذاق میں نہیں پوری سنجیدگی سے لیا تھا، اس کا خیال تھا حیدر کے منہ سے سچ پھسلا ہے، جلد یا بدیر اسے بہر حال یہی کرنا ہے۔

☆☆☆

''یہ دودھ لے لیں۔'' وہ گلاس سمیت اندر آئی تو حیدر لیپ ٹاپ پہ بزی تھا، زنیبہ کی اک نگاہ ہی پڑی تھی، اسکرین پہ حیدر اور اس کی ہیروئن کا چہرا تھا، اگلے لمحے اسکرین تاریک ہو گئی تھی، زنیبہ نے حیدر کی جانب دیکھا اور ہونٹ بھینچتی ہوئی کچھ فاصلے پہ جا بیٹھی۔

''بند کیوں کر دیا، میں نے بھی نہیں دیکھا تھا۔'' چوٹی کے بل کھولتی وہ ہیر برش اٹھا چکی تھی، دن میں تو اکثر اسے اتنا ٹائم بھی نہیں مل پاتا تھا کہ بال ہی سلجھا سکے۔

''تم نہ ہی دیکھو تو بہتر ہے۔'' حیدر گلاس ہونٹوں سے لگاتے ہوئے پوری سنجیدگی سے بولا تو زنیبہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''کیوں؟'' اس نے بھنوؤں کو سوالیہ اور کچھ تیکھے انداز میں جنبش دی۔

''یار پھر خوامخواہ مجھ سے جھگڑا کرتی ہو، اعتراضات ہوتے ہیں تمہیں۔'' وہ ہنوز سنجیدہ تھا، زنیبہ کے چہرے پہ عجیب سا تاثر اترنے لگا۔

''پر اس نہیں، جھگڑوں گی، لگا دیں آپ۔'' وہ اگلی بات کہہ نہیں سکی ''کہ اسکرین پہ تم بہت پیارے لگتے ہو، کتنے نرم ہوتے ہیں تمہارے سب تاثرات، مگر میں تو آپ کا یہ روپ دیکھنے کو ترس جاتی ہوں۔''

''کل اذان کے سکول میں پیرنٹس ڈے ہے، تم بھی جانا، میں اگر جاؤں گا تو...... یار اچھی بھلی معزز اور سوبر خواتین بھی مجھے دیکھ کر اپنے عہدے کا لحاظ تک بھول جاتی ہیں، یہ حال ہے ہمارے لوگوں کا، بتاؤ ہم ترقی کی دوڑ میں آخر پیچھے کیوں نہ رہیں گے، کہ لوگ ایک سیلبریٹی کی ایک جھلک دیکھنے، آٹو گراف لینے، اسٹیپس بنوانے یا پھر کوئی بے تکی پسندیدگی پہنچانے کو اپنے گھنٹوں کے حساب سے قیمتی وقت کو خوشی خوشی ضائع کر دیں گے۔'' اس کے لہجے میں مخصوص نخوت اور بے اعتنائی تھی، جو اس شہرت نام اور عزت کے بعد آ جانا لازم ہوا کرتی ہے، کہ ابن آدم اتنی وافر مقدار میں ملی ہوئی کسی بھی نعمت کے بعد اوقات سے نکلنے، تکبر کرنے سے خود کو باز رکھ ہی نہیں پاتا، زنیبہ اسے خالی نظروں سے دیکھنے لگی، وہ کسی خوبصورتی سے اس کی بات کو بدل چکا تھا، جب بھی اسے زنیبہ کی بات نہیں ماننی ہوتی وہ ایسے ہی نظر انداز کیا کرتا تھا، کہ وہ توہین سے سلگتی رہ جاتی، پر اک انا بھی تو ہوتی ہے، جو اسے اتنی عزیز تھی کہ اسے سرنگوں کر ہی نہ سکتی تھی، اس وقت بھی جتلائے بغیر خاموش بیٹھی رہی۔

''اک بات بتائیں گے حیدر؟'' اس کے ہاتھ سے خالی گلاس لے کر رکھتے ہوئے زنیبہ نے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دینی شروع کی، حیدر جو لیٹنے کے بعد اپنے اوپر چادر تان چکا تھا، یعنی سونے کی تیاری مکمل تھی جیسے طوعاً و کرہاً ہی اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"کیا واقعی میاں بیوی شادی کے چند سالوں بعد بہن بھائی جیسی زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں؟" اس کی مدھم آواز بے حد کھوئی کھوئی سی تھی، حیدر پہلے چونکا پھر برہم نظر آنے لگا۔

"یہ اتنی فضول بات کیوں کہی تم نے؟" اس کا لہجہ بے حد غصیلا ہوا تھا آن کی آن میں، یعنی حد تھی جہالت کی بھی۔

"میں نے تھوڑی کہی، اس دن ٹی وی پہ کہہ نہیں رہے تھے؟" زینیہ نے جواباً خفگی سے جتلایا۔

"ٹی وی پہ جو بھی بکواس کی جائے گی وہ ضروری ہے عقل کی بات ہو، نری فضولیات۔" وہ اسی قہر بھرے انداز میں سر جھٹک رہا تھا، اسی خراب موڈ میں پھر لیٹنے کے بعد کروٹ بدل لی، اگلے چند لمحوں میں وہ غنودگی میں جاتا اسے لائٹ بند کرنے کا کہہ رہا تھا، زینیہ اسے نم آنکھوں سے دیکھتی رہی۔

"کم از کم تمہیں اس بات پہ غصہ نہیں آنا چاہیے کہ تم خود...... ہاں شاید تمہیں اسی وجہ سے غصہ آیا کہ تم خود اتنی روکھی پھیکی زندگی گزار رہے ہو میرے ساتھ، صبح اٹھنا، گھر سے چلے جانا، واپس آ جانا، کھانا پینا، سو جانا، یہ بھی کوئی زندگی ہے، تمہیں تو یہ بھی یاد نہیں ہو گا اب حیدر کہ میری آنکھوں کا رنگ کیسا ہے، تمہیں اگر میں پوچھوں کہ میں آخری بار کب تیار ہوئی تو تم جواب میں بغلیں جھانکنے لگو گے، تمہیں کیا مجھے بھی خود یاد نہیں رہا ہے کہ تم نے آخری بار مجھ سے محبت کا اظہار کب کیا تھا، یہ سب بھی نہ ہوتا حیدر اگر تم یہ سارے جذبے باہر نہ لٹا آتے ہوتے، ایسا سب کبھی بھی نہ ہوتا اگر تم ان منحوس ڈراموں میں کام نہ کرتے ہوتے۔" گھٹنوں میں منہ چھپائے وہ سسک سسک کر بلک بلک کر رونے میں مشغول تھی، اس کی کراہیں اس کی سسکیاں جس کے لیے تھیں اس کے خراٹوں کی آواز میں دب رہی تھیں۔

☆☆☆

"بابا آ گئے۔"

زینیہ دونوں بچوں کے ہمراہ لاؤنج میں موجود تھی، اذان اسی سے ہوم ورک کرتا تھا لیکن بہت تنگ کرتے ہوئے، ابھی بھی وہ لفظ لکھے تھے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسی وقت وہاں آئے حیدر کی ٹانگوں سے جا کر لپٹ گیا، زینیہ نے کچھ کہے بغیر اس کی کاپی بند کر کے بیگ میں رکھ دی اور گود میں سوئی ہنیہ کو تھپکنے لگی۔

"السلام علیکم!" حیدر جو اس کی اس بے وجہ لاتعلقی پہ حیران ہو رہا تھا، جھک کر اذان کو اٹھاتا خود گفتگو میں پہل کر گیا، جس کا جواب زینیہ نے منہ میں دیا ہو تو دیا ہو، اس کے گنہگار کان سننے سے ضرور قاصر رہے۔

"بابا جانی اذان آئس کریم کھائے گا، اسٹرابری فلیور او کے؟" اذان کا فرمائشی پروگرام نشر ہونا شروع ہوا تھا جس نے اس کے ہونٹوں پہ دلکش مسکان بکھیر دی۔

"شیور سویٹ ہارٹ؟ آپ ذرا جا کے بابا کو پانی تو لا کے دو، فریج سے بوتل نکال لانا۔"

زینیہ کے بیگانگی چھلکاتے انداز پہ جتلاتی نگاہ ڈالتے اس نے اس کے حصے کا کام اذان کو سونپ کر گویا اسے در پردہ احساس دلانے کی کوشش کی تھی مگر بے سود، ادھر مجال ہے جو بے رخی چھلکاتے تاثرات میں کمی ہوئی ہو۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" اذان جیسے تیسے پانی کی بوتل نکال کر لایا تھا، جس کا ڈھکن کھول کر منہ سے لگانے کے بعد آدھی سے زیادہ ایک سانس میں ہی خالی کرتے ہوئے حیدر نے گہری نظروں سے زینیہ کا جائزہ لیا۔

"مجھے کیا ہونا ہے ظاہر ہے، انسان نہیں روبوٹ ہوں میں، تھک تو سکتی نہیں، سارا دن جانوروں کی طرح کام کرتے اور......" وہ جو ناگواری سے حیدر کو تک رہی تھی تلملا کر بولتی چلی گئی۔

"ایک منٹ زینیہ! جہاں تک میڈ نہ رکھنے کی بات ہے تو اس کی تمام تر ذمہ داری تم پہ ہے یاد کرو، تم میل یا فی میل کوئی بھی سرونٹ گھر میں آزادانہ چلتے پھرتے برداشت نہیں کر سکتی تھیں، ٹھیک ہے، میل کا تمہیں اپنے پردے کے لیے جبکہ فی میل کا میری جانب سے خطرہ تھا، حالانکہ ضروری نہیں ملازمہ کوئی نوجوان لڑکی رکھی جاتی، ادھیڑ عمر عورت کی بھی ملازمائیں دستیاب ہو سکتی ہیں مگر تم......"

"ہاں! بالکل ٹھیک، سارا قصور ہی میرا ہے، آپ تو بری الذمہ ہیں ہر الزام سے۔" وہ بے ساختہ چیخی تو حیدر نے ناگوار نظروں سے اسے گھور کر دیکھا۔

"ڈونٹ شاؤٹ زینیہ! بچوں کے سامنے تمہارا معمولی معمولی باتوں پہ چیخنا اور جھگڑنا مجھے بالکل پسند نہیں، ابھی تک تمہیں یہ اتنی سی بات بھی کیوں سمجھ نہیں آ سکی؟" حیدر کا لہجہ شدید تھا، آواز دبی ہوئی مگر شعلہ بار تھی، زینیہ کو جیسے صحیح معنوں میں آگ لگ گئی۔

"ہاں ہاں ساری غلطی ہی میری ہے، میں ہی غلط ہوں، تم تو جو کچھ مرضی کرتے رہو، تم پہ کوئی دفعہ نہیں لگتی، ہے ناں؟" وہ اتنا آپے سے باہر ہوئی تھی کہ اٹھ کر اسے دھکا دے کر چلانے لگی، حیدر کو اس کی اس احمقانہ ردعمل نے ذہنی کوفت میں مبتلا کیا تھا، کچھ کہے بغیر وہ اذان کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

"آپ کارٹون دیکھیے۔" اس نے ٹی وی آن کر کے اسے صوفے پہ بٹھایا۔

"بابا! ماما کیوں غصہ ہو رہی تھیں؟"

"کچھ نہیں بیٹے! ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ فنگر چپس کھاؤ گے؟" اس نے ریموٹ کنٹرول اذان کے ہاتھ میں دیتے اس کا مکمل دھیان بٹانا چاہا اور کامیاب رہا۔

اذان خوش ہوا تھا اور سر کو اثبات میں ہلاتے اپنے فیورٹ ٹام اینڈ جیری کی شرارتوں میں گم ہونے لگا، حیدر بیڈ روم میں واپس آنے کی بجائے کچن میں آ گیا، زینیہ کی سلیقہ مندی ہر چیز سے عیاں ہوتی تھی، کچن جگمگاتا ہوا تھا، برتن دھلے ہوئے، وہ ہر لحاظ سے سگھڑ تھی، بس پتہ نہیں اس سے کیوں اب اس درجہ خار کھانے لگی تھی، وہ ملول ہوتا چھری اٹھا کر آلو کاٹنے لگا، اس قسم کے کام وہ کہاں کرتا تھا جبھی خاص محنت بھی کرنا پڑ رہی تھی پھر بھی اناڑی پن ظاہر تھا مگر اسے بچے سے کیا وعدہ تو نبھانا تھا۔

زینیہ اپنے دھیان میں ادھر آئی تھی، مگر اسے مصروف عمل دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئی، نفیس سوٹ میں ملبوس، ماتھے پہ بکھرے بالوں کے ساتھ اسکے مغرور مگر بے حد دلکش نقوش ہلکی سی خفگی کا تاثر لیے بھی بہت اٹریکٹو لگ رہے تھے، کوٹ اتار کر سائیڈ پہ رکھا ہوا تھا، شرٹ کے کف موڑے، وہ اسے صرف پیارا نہیں لگا، شرمندہ بھی کر کے رکھ گیا۔

"کچھ چاہیے تھا تو مجھ سے کہا ہوتا، بیٹھیں میں بناتی ہوں۔" وہ آگے بڑھ آئی تھی، حیدر نے نگاہ غلط انداز اس پہ ڈالی اور چھری لینے کو اس کا ہاتھ پیچھے ہٹایا، تاثرات بے حد سپاٹ تھے۔

"میں کر لوں گا، تم آرام کر سکتی ہو۔"

"حیدر......!" وہ سخت عاجز اور روہانسی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ہوئی تھی، وہ اس کی خفگی کا احساس کر رہی تھی۔

"خفا ہو گئے ہیں آپ؟" اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے، حیدر کی نظروں میں سرد پن اتر آیا۔

"نہیں میں کیوں خفا ہوں گا، مس زنیبہ حیدر خفگی یا شکایت وہاں ہوتی ہے یا ہونی چاہیے جہاں آپ اس کا حق محفوظ رکھتے ہوں۔" وہ آلو کاٹ چکا تھا، آئل کڑاہی میں ڈال کر چولہے پہ رکھا، اس کا لہجہ بھی اس کی نظروں کی طرح سرد اور برفیلا تھا اور وقت گواہ تھا حیدر نے جب بھی زنیبہ سے بے اعتنائی سے بات کی تھی وہ ہر بار بری طرح ٹوٹ کر بکھری تھی، کہاں برداشت ہوتی تھی اس سے اس کی خفگی، اس وقت بھی آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"اس کا صاف مطلب ہے آپ خفا ہیں مجھ سے، کہا نا آئی ایم ساری حیدر، مجھے معاف کر دیں، آخری بار، پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے مجھے۔" اس کی پشت سے لگ کر دونوں بازو حیدر کے مضبوط آہنی وجود کے گرد لپیٹے وہ کتنی بھیگی اور ٹوٹی آواز میں کہہ رہی تھی، حیدر نے ہونٹ بھینچے رکھے۔

"نہیں معاف کریں گے؟" وہ سہم کر سوال کر رہی تھی اور اپنی بھیگی آنکھیں اس کے کاندھے سے رگڑ رہی تھی۔

"غلطی کرنا غلطی نہیں ہے زنیبہ، غلطی کو بار بار دہرانا غلطی ہوا کرتا ہے، یوں روز روز اس طرح سے ٹمپر لوز کرنا اور ہائپر ہو جانا، واٹ از دس؟ مجھے اس بات سے شدید نفرت ہے، میں نے پوچھا تھا تم سے کیا پرابلم ہے، تم بتاؤ، اگر کوئی پرابلم نہیں تو پھر یہ رویہ......؟"

"کہا نا سوری، آئندہ نہیں کروں گی ایسا، معاف کر دیں مجھے، میں آپ کو خفا کر کے سکون سے نہیں رہ سکتی۔" وہ کتنی شاکی اور دل برداشتہ لگتی تھی، حیدر نے سرد آہ بھر کے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

"زنیبہ وعدہ کرو اب ایسے نہیں کرو گی۔" وہ واقعی تنگ آ گیا تھا اس صورتحال سے، زنیبہ نے جھٹ وعدہ کر لیا، یہ سوچے سمجھے اور جانے بنا کہ ہر وعدہ ضروری نہیں پورا ہو، لازمی نہیں نبھایا جا سکے۔

☆☆☆

وہ گم صم بیٹھی تھی، بالکل کہیں دور پہنچی ہوئی، اذان نے دو تین بار اسے بتایا بھی تھا۔

"مما عیشہ رو رہی ہے، اسے بھوک ہی لگی ہو گی۔"

اسے مگر سنا ہی کہاں تھا، اس کی یاسیت تھی تو اس کا انت نہیں تھا، اس کا رنج و ملال تھا تو اسے شمار نہیں کیا جا سکتا تھا، ابھی کچھ دیر قبل ہی وہ حیدر کا البم دیکھ کے ہٹی تھی، بلکہ پورا دیکھا ہی کہاں تھا، اس میں تاب ہی نہ تھی کہ دیکھ پاتی، وہ ایک مکمل رومینٹک شوہر کا کردار نبھا رہا تھا، آنکھوں میں کتنے جذبے کروٹیں لیتے دیکھے تھے اس نے جو شاید کبھی شروع میں زنیبہ کو دیکھتے بھی حیدر کی آنکھوں میں نہیں اٹھے ہوں گے، جیلسی سی جیلسی تھی۔

اور اسے اس طرح دیکھے جانے کتنے زمانے بیتے تھے، ابھی کل رات ہی اس کی فرمائش پہ کہ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی ہے حیدر کتنا جھنجھلا گیا تھا۔

"کیا ہے یار! رات کے ایک بجے اب تم مجھے باتیں کرنے کے لئے جگاؤ گی؟ کل ہمیں مری جانا ہے شوٹ کے لئے، نیند پوری نہ ہوئی تو فریش نظر آنا مشکل ہو جائے گا۔" وہ لڑکیوں سے بھی زیادہ اپنے حسن و جمال کے متعلق کانشس نظر آیا کرتا اور زنیبہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی، اسی

طرح کی اور اکثر معمولی باتیں، جن کی حیدر کے نزدیک حیثیت جتنی بھی ثانوی ہو مگر زنیبہ اسی ساری زندگی بھی کڑھتی رہتی تو ملال کم نہ ہوتا، وہ اگر اس کا تھا تو پھر صرف اسی کا ہونا اسی کا رہنا چاہیے تھا لیکن......

"زنیبہ......!" حیدر کے زور سے پکارنے پہ وہ ہڑبڑائی اور چونک کر اسے دیکھا، وہ روتی ہوئی عیشہ کو بانہوں میں لئے کھڑا خفا خفا سا اسے دیکھتا تھا۔

"منی کا گلا سوکھ گیا چلاتے، کہاں پہنچی ہوئی ہو تم؟" اس کے انداز میں برہمی لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی، زنیبہ کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔

"یہ کب اٹھ گئی مجھے پتہ نہیں چل سکا۔" اس نے حیدر سے عیشہ کو لینا چاہا تو حیدر نے نرمی سے اس کا ہاتھ پیچھے کر دیا۔

"جاؤ فیڈر لے آؤ اس کا۔" زنیبہ پلٹ کر جھٹ بھاگی تھی، عیشہ کو دودھ پلانے اور اذان کو کھانا کھلانے کے بعد اس نے حیدر سے چائے کا پوچھا تھا۔

"کافی بنا دو، مجھے کچھ کام کرنا ہے آج۔" وہ لیپ ٹاپ پہ مصروف بھی ہو چکا تھا، زنیبہ کو حسرت ہی رہی وہ دو گھڑی سکون سے اس کے پاس بھی بیٹھ کر بات کر لیا کرے۔

"کیا کر رہے ہیں؟" اسے چیٹ میں مصروف پا کے وہ زچ ہوئی، پچھلے دو گھنٹوں سے وہ یہ کام کر رہا تھا، اس کا ذہن تناؤ سے بھر گیا، دوسرے فرینڈز سے بات کرنا یہ کام تھا، وہ دیکھ چکی تھی۔

"ہاں بولو تم زنیبہ! کیا کہنا ہے؟" حیدر نے لمحہ بھر کو ہی اس پہ نگاہ ڈالی تھی، پھر مگ اٹھا کر سپ لیا، اس دوران بھی اس کے ایک ہاتھ کی انگلیاں کی بورڈ پہ متحرک تھیں، زنیبہ کو جتنا بھی برا لگا مگر جتلایا نہیں، وہ جانتی تھی حیدر اپنی فیلڈ کے متعلق بات ہمیشہ اپنے دوستوں سے ہی شیئر کرتا تھا، شادی کے شروع میں جب حیدر نے اس سے یہ ساری باتیں شیئر کرنی چاہی تھیں تب زنیبہ نے خود اسے منع کر دیا تھا، اسے دلچسپی نہیں ہے، بات دلچسپی کی نہیں، جیلسی کی تھی، وہ ان فضول قصوں سے محظوظ نہیں ہو سکتی تھی جس میں اس کے متعلق اس کی ساتھی اداکاراؤں کی اس کے لئے دیوانگی اور پسندیدگی جھلکتی تھی۔

"خیریت زنیبہ! تم سو نہیں رہیں؟" حیدر نے بالآخر اس کا نظر لگا کر دیکھنا محسوس کر لیا تھا، جبھی یہ سوال کیا مگر وہ توجہ اور محبت کی پیاسی تھی اس سوال نے تشنگی کو مزید بڑھا ڈالا، اسے ماضی بعید کا وہ وقت یاد کرا گیا جب اس بے انتہا مخلص کی بھرپور توجہ اور محبت محض اسی کے لئے تھی، رات کے کسی پہر آنکھ کھلنے پہ اسے جاگتے پا کر وہ کتنا حیران ہو گیا تھا اور کتنی محبت اور بھرپور توجہ کے ساتھ اسے بازوؤں میں بھر کے سینے سے لگاتے ہوئے اس طرح جاگنے کی وجہ پوچھی تھی اور آج اسے لگا یہ فاصلے جسموں کے درمیان ہی نہیں دلوں میں بھی در آئے تھے، اس کی آنکھیں نا چاہتے ہوئے بھی بھیگنے لگیں۔

"میں انتظار کر رہی تھی حیدر! آپ فارغ ہوں تو کچھ سناؤں۔"

"ارے کہیں کھری کھری سنانے کا ارادہ تو نہیں۔" وہ مصنوعی انداز میں ڈرا اور ہنستے ہوئے باقاعدہ رخ اس کی جانب موڑا۔

"مجھے ایک نظم یاد آ رہی تھی حیدر! بہت یونیک ہے، آپ کہیں تو سناؤں؟" اس کی سنجیدگی اور رنجیدگی کا وہی عالم تھا حیدر کے چہرے پہ حیرانی جگہ پانے لگی، البتہ لیپ ٹاپ آف کر کے کاندھے اچکا دیئے تھے، گویا اجازت دی، زنیبہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر پلکیں جھکائے سر نیچا کرلیا تھا اور گلا کھنکارا۔

محبت کی طبیعت میں یہ کیسا بچپنا قدرت نے رکھا ہے

کہ یہ جتنی بھی پرانی جتنی بھی مضبوط ہو جائے
اسے تائید تازہ کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے
یقین کی آخری حد تک دلوں میں لہلہاتی ہو
نگاہوں سے ٹپکتی ہو۔
لہو میں جگمگاتی ہو۔
ہزاروں طرح کے حسین دلکش بناتی ہو
اسے اظہار کے لفظوں کی حاجت پھر بھی رہتی ہے
محبت مانگتی ہے یوں گواہی اپنے ہونے کی
کہ جیسے طفل سادہ شام کو اک بیج بوئے
اور شب میں بارہا اٹھے
زمیں کو کھود کر دیکھے کہ پودا اب کہاں تک ہے
محبت کی طبیعت میں عجب تکرار کی خو ہے
کہ یہ اقرار کے لفظوں کو سننے سے نہیں تھکتی
بچھڑنے کی گھڑی ہو یا کوئی ملنے کی ساعت ہو
اسے بس ایک ہی دھن ہے
کہو مجھ سے محبت ہے
کہو مجھ سے محبت ہے

"واؤ...... امیزنگ، رنگیلی، ویری امپریسو ورڈنگ زنیہ! قسم سے میرے اک پلے میں سیم یہی سچویشن ہے، تم ایسا کرو مجھے لکھ کے دے دو، میں وہاں پڑھوں گا ناں تو جیسے بچھ سین میں جان پڑ جائے گی، تمہیں پتہ ہے ناں میں ڈائیلاگز اور سچویشن اپنی مرضی سے بھی چینج کرالیتا ہوں، تم ابھی لکھ کے دو مجھے، اک دو بار دہرانے پہ یاد ہو ہی جائے گی۔" وہ جوش میں کہتا اٹھ کر کھڑا ہوگیا، چہرا شدت سے تمتما اٹھا تھا، زنیہ نے اس کے جذبے بیدار کرنے، احساس بخشنے کو ہی ان الفاظ کا سہارا لیا تھا، اسے کامیابی بھی ہوئی تھی مگر اس کے لیے نہیں بھی اور کے لیے، حیدر کو اپنی فیلنگ کے علاوہ سب کچھ ہی بھولا ہوا تھا، جبھی تو وہ اور اس کے احساسات حیدر تک پہنچنے میں بری طرح ناکام تھے، وہ منہ پہ ہاتھ رکھے اٹھ کر کمرے سے بھاگ گئی، حیدر کو تو شاید یہ بھی خبر نہیں ہو سکی تھی کہ وہ کاغذ قلم لینے گئی ہے یا جی بھر کے رونے۔

☆☆☆

"کون آیا تھا؟" وہ گھر پہنچا تو زنیہ ڈائننگ ہال میں موجود تھی، طویل ڈائننگ ٹیبل پہ موجود برتن دیکھ کر ہی حیدر نے یہ سوال کیا تھا، خود زنیہ بھی آج بہت دنوں بعد بہت چہک رہی تھی، ورنہ تو گھر کے کاموں میں کھو کر اسے اب اکثر خود توجہ دینا بھولنے لگا تھا۔

"امی اور ابا کے ساتھ زرک آیا تھا ملنے۔" زنیہ اپنے کام میں مگن جواب دے رہی تھی، جبکہ حیدر کے کوٹ اتارتے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہوگئے، اس نے سلوموشن میں گردن موڑ کر زنیہ کی بے نیازی و لاتعلقی کو ملاحظہ کیا اور جیسے آنکھیں جل اٹھیں، یہ لاتعلقی اس کے لیے تھی، زرک کے لیے نہیں، ورنہ آج وہ خود پہ یوں توجہ نہ دیتی۔

"وہ کیوں آیا تھا جبکہ مجھے پسند نہیں ہے کہ......"

"وہ آسکتا ہے حیدر! سالوں بعد واپس لوٹا ہے پاکستان، مجھ سے گہرا تعلق رہ چکا ہے اس کا، پھر امی اور بابا کے ہمراہ آیا تھا ملنے، دوسری اہم بات یہ کہ امی اور بابا یہ بات نہیں جانتے کہ ان کے سو کالڈ داماد صاحب ان کے بیٹوں جیسے بھتیجے کو ناپسند کرتے ہیں۔" حیدر بھڑک کر بولا ہی تھا کہ زنیہ اس سے بھی زیادہ غصیلے انداز میں اس کی بات کاٹ کر کہتی چلی گئی، حیدر نے ہونٹ بھینچ کر بے حد پرتپش نظروں سے کچھ دیر زنیہ کو دیکھا تھا

پھر سرگوشی میں جنبش دینے لگا۔

"دوستی کی مگر تم یہ بات جانتی ہو زنیہ کہ میں اسے شخص کو برداشت نہیں کرسکتا، سو......"

اس نے فقرہ ادھورا چھوڑا اور انگلی کو تنبیہی انداز میں اٹھا کر اسے تادیبی نظروں سے دیکھتے پھر کہا۔

"سو بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم اوکے۔" اپنی بات مکمل کرکے وہ زنیہ کے چہرے پہ پھیلا تنفر اور تلخی دیکھنے کو رکا نہیں تھا، زنیہ نے ہاتھ میں پکڑا بارئل کا ڈونگا زور دار آواز کے ساتھ ٹیبل پہ پٹخ دیا۔

"خود پسند، خود غرض انسان، اللہ جانے خود کو سمجھتا کیا ہے، مجھ پہ پابندیاں لگانے سے قبل کم از کم یہ ہی سوچ لے خود کیا ہے، ڈراموں میں ایسے گھٹیا سین ہوتے ہیں اس کے کہ دیکھنے والا شرمندہ ہو جائے، پھر میرا تو دامن بھی صاف ہے، یہ شک کیوں کرے مجھ پہ بھلا؟" وہ اسی تلملاہٹ میں جلتا سوچے گئی اور برتن پٹخے گئی تھی، دوسری جانب حیدر تھا جو کم وبیش اسی سے ملتی جلتی کیفیت کا شکار تھا۔

زرک سے اس کی خود ساختہ نفرت اور رقابت بہت پرانی تھی، شادی سے بھی پہلے کی، وہ اگر بیچ میں نہ ہوتا تو زنیہ اتنی مشکل سے نہ ملتی اسے جتنی سے کہ مل پائی تھی، اسے اس بات سے بھی غرض نہیں تھی کہ اس کی اس دوجہ جذباتی وابستگی کو دیکھتے ہوئے زرک ہی تھا جس نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال کر ان دونوں کو ایک ہونے دیا تھا مگر اس بات سے حیدر کہاں آگاہ تھا، یہ بات تو بس زنیہ اور اس کے امی بابا کے ہی علم میں تھی، یا پھر خود زرک خان کے۔

☆☆☆

"زنیہ یار اک کپ چائے تو پلاؤ، بہت اسٹرانگ ہونی چاہیے۔" وہ آلتی پالتی مارے صوفے پہ بیٹھی تھی گود میں اسٹرابری کا سے بھرا باؤل تھا جس سے ٹھونگتے وہ ریموٹ سے چینل بھی بدلتی جارہی تھی، اذان اور عجیبہ دائیں بائیں لگے بیٹھے تھے، وہ بڑے تواتر سے دونوں کے منہ میں بھی ڈال رہی تھی۔

"ذرا سا ٹھہر جائیں نا حیدر پلیز! بس پندرہ منٹ۔" اس کے لجی انداز پہ حیدر نے اچنبھے میں مبتلا ہوکر اسے دیکھا تھا۔

"کیوں خیریت؟ پندرہ منٹ بعد کیا ہو جائے گا۔" اس کے مستفسرانہ انداز پہ وہ کھلکھلا کے ہنسی۔

"میرا پسندیدہ ڈرامے کا اینڈ ہو جائے گا بھئی۔"

"کون سا ڈرامہ؟ کہیں میرا ہی تو نہیں دیکھ رہی ہو؟" وہ اشتیاق سے کہتا نزدیک آن بیٹھا، اور عجیبہ کو اپنی گود میں منتقل کرلیا تھا۔

"وہ آپ دیکھنے ہی کہاں دیتے ہیں، میں تو ترکش ڈرامہ دیکھ رہی، "منال اور خلیل کا" مجھے خلیل بہت پسند ہے، کتنا یونیک ہے نا؟" اس کے انداز میں شرارت تھی، حیدر نے اسے گھورتے ہوئے ریموٹ چھین لیا۔

"میرا خیال ہے یہ مجھے جیلس کرنے کی نہایت فضول کوشش ہے۔" وہ نخوت سے بولا تھا، زنیہ جانے کیوں زور سے ہنسی۔

"چائے بنا لاؤ، میں ہرگز ویٹ نہیں کر سکتا۔" اس آرڈر پہ زنیہ نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا تھا۔

"یعنی ثابت ہو چکا، آپ جیلس ہو بھی گئے حیدر شاہ۔"

"زنیہ......!" اس کا لہجہ سرزنش دلاتا ہوا تھا۔

"یو تو زنیہ اک شریف پارسا بیوی کو یہ سب

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بالکل زیب نہیں دیتا، یہ نہایت غیر مہذبانہ ہی نہیں غیر شائستہ اور فضول حرکت بھی ہے۔" اس کے ناصحانہ مگر گمبھیر انداز پہ زینیہ گہرا سانس بھرتی کان لپیٹ کر وہاں سے اٹھ گئی، چائے بنا کر واپس آئی تو حیدر کو اپنے ہی ڈرامے میں بری طرح محو پایا تھا، وہ مگ اس کے سامنے کرتے ہوئے شریر انداز میں کھنکاری۔

"ایمانداری سے ایک بات کہوں اگر آپ برداشت بھی کر سکیں، تو آپ سے بڑھ کر میں نے خود پسند کسی دوسرے کو نہیں پایا، حد ہے یعنی خود ستائشی کی کہ اپنے آپ کو ہی بار بار دیکھ کر اوب نہیں جاتے حیدر، یہ کیا سائیکی ہوئی بھلا؟" وہ اس کے پہلو میں آن بیٹھی تھی، حیدر چونکا مگر ہرگز بھی شرمندہ نہیں ہوا مگ اس کے ہاتھ سے لیا پھر ایک سپ لینے کے بعد داد دیتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"چائے بہت مزے کی ہے۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے اس کے ستواں ناک کو پکڑ کر شرارت بھرے انداز میں زور سے دبایا پھر کچھ توقف سے مزید گویا ہوا تھا۔

"یہ خود ستائشی صرف میری ذات کا حصہ نہیں ہے زینیہ! یو نو واٹ ہر فنکار اپنی تخلیق کو بار بار دیکھنا اور سراہنا پسند کرتا ہے، میں ایگزیمپل دیتا ہوں تمہیں۔" اسے کچھ اختلافی انداز میں دیکھتے پا کر حیدر نے تیزی سے اپنی بات کا دفاع کیا۔

"مثلاً ہر رائیٹر اپنی تحریر کو اشاعت کے بعد لازمی پڑھتا ہے، اس طرح تمام اداکار بھی اپنی کارکردگی کو ضرور اسکرین پہ دیکھتے ہیں، تم صرف مجھ پہ انگلی نہیں اٹھا سکتیں، ہر تخلیق کار کو اپنی تخلیق سے محبت ہوتی ہے، جیسی بھی ہو، لیکن وہ اس کے لئے بہت خاص اور اہم مقام رکھتی ہے، جیسے خالق کائنات کو اپنی ہر تخلیق سے پیار ہے، حدیث کا مفہوم ہے کہ "اللہ اپنے ہر بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔" وہ گویا اپنی بات ثابت کر کے فتح مندانہ انداز میں مسکرایا، زینیہ قائل نہ بھی ہوتی مگر آخری حوالہ ہی بہت معتبر تھا۔

"عیشیہ سو گئی ہے، اسے لٹا آؤ۔" حیدر کے کہنے پہ زینیہ نے اس کی گود سے عیشیہ کو اٹھایا تھا اور بستر پہ لٹا آئی، اب اسکرین پہ جو منظر تھا اس میں حیدر کے ساتھ جو لڑکی تھی، وہ اس کی بیوی کا کردار نبھا رہی تھی، پریگنینسی پریڈ کے آخری دنوں کا حلیہ بنائے وہ تقریباً حیدر پہ اپنا سارا بوجھ ڈالے لان میں چہل قدمی کا کردار کر رہی تھی اور حیدر...... وہ اتنا کیئرنگ تھا یا خود ہو رہا تھا، کہ بس نہ چلتا تھا محترمہ کو گود میں اٹھا لے، زینیہ کو جو شرم آئی سو آئی غصہ تو بہت ہی جان لیوا تھا، دونوں ہنس مسکرا رہے تھے، وہ لاڈ اٹھا رہا تھا وہ اٹھوا رہی تھی، زینیہ کی آنکھیں بے تحاشا گیلی اور جلن سمیت لائیں۔

"بند کرو اس فضولیات کو، استغفر اللہ! حیدر میں پوچھتی ہوں شرم نہیں آئی آپ کو اتنے چیپ سینز او کے کرواتے ہوئے؟" وہ ضبط کھو کر بالآخر چیخ پڑی، حیدر جو سب کچھ فراموش کیے مگن تھا بری طرح چونکا، مگر اس کے لال بھبھوکا چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی اس کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"جیلس ہو رہی ہو؟" وہ حظ لیتے ہوئے سوال کر رہا تھا، زینیہ کی روح جل کر رہ گئی۔

"آپ کا کیا خیال ہے مجھے خوش ہونا چاہیے؟" وہ تڑخ کر طنز آمیز لہجے میں بولی۔

"غیر محرم کو دیکھنا ہی اتنا سخت گناہ ہے حیدر آپ تو......"

"کیا کروں یار...... میری فیلڈ کا حصہ ہے یہ سب۔" اس نے مسکراتے ہوئے ملائمت آمیز انداز پہ حیدر نے ایک بار پھر اپنی صفائی پیش کی۔

"ہاں تو کون سی مجبوری ہے بھلا؟ چھوڑ دیں یہ فیلڈ، آخر انسان کو اللہ کے پاس بھی جانا ہے۔" اس کے قائل کرتے نصیحت آمیز انداز پہ حیدر نے کسی قدر سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم اصل میں چاہتی ہی یہ ہو۔" زینیہ کو حیدر کا طعنہ آمیز انداز تاؤ دلانے کا باعث بنا تبھی چیخ اٹھی تھی۔

"ہاں، چاہتی ہوں میں یہی اور ہرگز ناجائز نہیں ہے میری یہ خواہش حیدر! نہیں ہوتا مجھ سے یہ سب برداشت، حد ہوتی ہے کسی بھی بات کی، ذرا سوچیں دو بچے ہوئے ہمارے، آپ نے بھی اس طرح سے کیئر کی میری؟ یوں خیال رکھا کہ ہتھیلی کا چھالا بنا لیا ہو؟ بلکہ جن دنوں میں پریگنٹ ہوا کرتی تھی، آپ تو راتوں کو بھی گھر نہیں آتے تھے، اتنے ہی مصروف تھے کہ ملک سے باہر گئے ہوتے تھے شوٹنگ پہ۔" بات کے اختتام سے بہت پہلے اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے، شاید تبھی حیدر کچھ دھیما پڑا تھا۔

"تم پاگل ہو بالکل زینیہ! جانتی بھی ہو وہ مجبوری تھی میری، ان دنوں اگر میں اتنا ٹائم نہ دیتا اپنے کام کو تو آج شاید اتنے عروج پہ نہ ہوتا اور دوسری اہم بات یہ کہ ڈراموں اور حقیقت کی زندگی کا بہت فرق ہوتا ہے، یہ ڈیمانڈ ہے ڈراموں کی، لوگ آج کل انہی بقول تمہارے فضولیات کو پسند کرنے لگے ہیں، میں بتاؤں تمہیں حقیقت کتنی کڑوی ہے؟ جس کہانی میں رائیٹر ہیروئن کا پریگنینسی پریڈ نہ دکھائے پروڈیوسر و ڈائریکٹر اس اسکرپٹ کو اس کی تمام تر دلکشی اور پلاٹ کی مضبوطی کے باوجود رد کر دیتے ہیں، پچھلے دنوں ایک بے حد سنیئر اور معروف رائیٹر جو کہ بہت صاف ستھرا لکھنے کے عادی ہیں ان کے اسکرپٹ کے ساتھ یہی سلوک کر چکے وہ۔" اس کا انداز بہلاتا ہوا اور سمجھانے والا تھا، زینیہ کا غصہ اور تاسف پھر بھی نہیں ڈھل سکا۔

"مجھے ان باتوں سے ہرگز غرض نہیں ہے حیدر! میں بس اتنا جانتی ہوں کہ مجھے آپ کا کسی کے اتنا کلوز ہونا اور اس قدر فضول سین او کے کروانا پسند نہیں اور سن لیں آپ کو اب فیصلہ کرنا ہوگا، میں مزید بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔" اس کا لہجہ قطعی، دو ٹوک اور کسی حد تک حکمیہ تھا، جبھی حیدر کو پسند نہیں آ سکا۔

"تم مجھے حکم دے رہی ہو زینیہ؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"ہاں، حکم سمجھ لیں، اتنے سالوں سے میں ترلے کر رہی ہوں، مانے آپ؟" اس کے لہجے میں رعونت بھی تھی اور بے تحاشا کڑواہٹ بھی۔

"تمہیں خود سمجھ اور جان لینا چاہیے تھا، اگر میں تمہاری التجاؤں پہ نہیں مانا تو حکم تو......"

"بات کو غلط سائیڈ پہ مت لے کر جائیں حیدر! ذرا تسلی سے بس اتنی بات سوچیں کہ آپ میری برداشت کا اور کتنا امتحان لیں گے، اگر آپ میرے حوالے سے زرک کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتے تو پھر......"

"اپنی بات مت کرو بیچ میں زینیہ! اور زرک کی تو بالکل نہیں۔" وہ بھڑکا اور بے تحاشا غصہ میں آ گیا تھا، زینیہ کی آنکھوں میں اسی قدر طنز ابھر آیا، یعنی حد تھی نازک مزاجی سامریت اور مطلق العنانی کی بھی۔

"کیوں بات نہ کروں اپنی بھلا؟ اگر آپ عملاً یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو میں بات بھی کیوں نہیں کر سکتی، اب بات ہوگی اور زرک خان کی بھی ہوگی کہ......" اس کی بات اگر ادھوری رہ گئی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

تھی تو اس کی وجہ حیدر کا وہ روپ تھا جو اس کے لیے بالکل غیر متوقع ثابت ہوا تھا، وہ اپنی جگہ سکتہ زدہ رہ گئی۔

"تم اپنا مقابلہ مجھ سے کرو گی، مجھ سے؟ یعنی اک مرد سے؟ اس بات کو فراموش کر کے کہ تم اک عورت ہو ایک بیوی ہو اک ماں بھی، زینیہ بیگم شیم آن یو، عورت اگر ایسے معاملے میں مرد کا مقابلہ کرے تو وہ اپنے مقام سے بہت پستی میں جا گرتی ہے، اتنا نیچے کہ سر جھکا کر دیکھنے سے بھی نظر نہیں آیا کرتی، اب یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تم نے اس بے ہودہ بات کے بعد خود کو میری نظروں سے کتنا نیچے گرایا ہے۔" اس کا ایک ایک لفظ انگارہ تھا، پھنکارتا ہوا سانپ بچھو تھا جنہوں نے زینیہ کی روح کو جھلسایا اور جسم کو زہر زہر کر ڈالا، وہ ذہنی وجسمانی لحاظ سے شل ہو کر رہ گئی اس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا، وہ فیصلہ نہیں کر پائی انتہا کس کی جانب سے ہوئی تھی، اسے بس اتنا پتا تھا حیدر نے آج اسے اس کی اوقات یاد دلا دی تھی، وہ دکھ سے ٹوٹ کر بکھرتی رہی، آنسوؤں میں ڈوبتی رہی، حیدر نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا، اسے مارا تھا، حیدر نے؟ حیدر نے؟

وہ سوچتی تو اسے یقین نہ آتا اور یقین آتا تو ہر شے نفرت و بغاوت کی زد میں آ کر ختم ہونے لگتی، حیدر اسی طیش اسی برہمی سمیت گھر سے جا چکا تھا، بچے دونوں سو رہے تھے، ایسے میں وہ اپنی بے مائیگی پامالی اور دکھ کے احساس سمیت اکیلی تھی، بہت زیادہ اکیلی اور ویران، امی کا ایسے فون آنا گویا قیامت لے آیا، وہ اسے کیا کہہ رہی تھیں اسے نہیں سنا، وہ ہچکیوں اور سسکیوں سے روئی بس اک بات کہے گئی تھی۔

"مجھے حیدر نے مارا ہے امی، انہوں نے مجھ پہ الزام لگائے ہیں۔" اس کا لہجہ بے ربط اور بے اوسان تھا، امی کی پریشانی فطری تھی، جبھی اگلے آدھے گھنٹے بعد زرک خان پریشان چہرا لیے اس کے روبرو تھا جب وہ خود کو سنبھال لینے کے باوجود بکھری اور ٹوٹی ہوئی نظر آتی تھی۔

"سب خیریت ہے نا زینیہ! کیا کہا ایسا تم نے خالہ امی سے کہ وہ پریشان ہوئی بیٹھی ہیں، اور فوراً تمہاری خیریت دریافت کروانے بھیجا ہے مجھے۔" اور جواب میں وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

"مجھے یہاں سے لے چلو زرک! مجھے یہاں نہیں رہنا۔" اور زرک کتنا بوکھلا اٹھا تھا اس مطالبے پہ۔

"آخر ہوا کیا ہے؟ تم رونا تو بند کرو پلیز۔"

"یہ عمر بھر کا رونا ہے، نہیں بند ہو سکتا، بس میں چل رہی ہوں امی کے ہاں۔" زینیہ نے ایکدم فیصلہ کیا اور اٹھتے ہوئے عجلت میں بچوں کو اٹھانے لگی۔

"زینیہ پلیز کام ڈاؤن، ہوا کیا ہے بتاؤ؟ دیکھو اس طرح کے فیصلے یوں جذبات میں نہیں کیے جاتے، اگر تمہاری حیدر سے لڑائی بھی ہوئی ہے تو ہم بات کریں گے مگر ......"

"تم مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے زرک تو صاف کہہ دو، میں خود چلی جاؤں گی، مگر یہ طے ہے کہ اب مجھے یہاں نہیں رہنا، میرے لیے اپنے کردار اپنی عزت سے زیادہ اہم کچھ نہیں ہے۔"

زرک جتنا عاجز ہوا تھا وہ اس قدر جلے ہوئے انداز میں بولی تو زرک کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں رہا، لیکن اگر وہ جانتا کہ حیدر اس سے اتنی خار کھاتا اور ان دونوں کے بیچ اصل وجہ اختلاف ہی وہ ہے تو وہ کبھی زینیہ کو وہاں سے ساتھ لے جانے کی غلطی نہیں کرتا، اسے تو یہ بھی اندازہ نہیں

تھا زینیہ کا جذباتیت میں اٹھایا یہ قدم بعد میں صرف زینیہ کو ہی نہیں اس سے وابستہ تمام رشتوں کو بھی خون رلا دے گا۔

☆☆☆

حیدر واپس لوٹا تب بھی اس کے ذہن کا تناؤ کم نہیں ہوا تھا، اسے زینیہ کی زبان درازی پہ اتنا ہی طیش تھا جتنا گھر سے چار گھنٹے قبل جاتے ہوئے، اس کا یہ ذاتی خیال تھا کہ اس کی حد سے زیادہ دی اہمیت نے زینیہ کا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے، اب وہ اسی خراب ہوتے دماغ کو درست کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا، اس بات کا بھی اسے رتی برابر ملال نہیں تھا کہ وہ زینیہ پہ ہاتھ اٹھا چکا ہے، وہ اس سے زیادہ ہی ڈیزرو کرتی تھی۔

حیدر کو ابھی اس دن کا بھی غصہ ختم نہیں ہوا تھا کہ زینیہ نے زرک کو گھر بلوا لیا تھا اور اسے ہوا تک نہیں لگنے دی، جانتی بھی تھی کہ اس کا شوہر اس بندے کو کس حد تک ناپسند کرتا ہے۔

"وہ مجھے نیچا دکھانا چاہتی ہے، میرا مقابلہ کر رہی ہے۔" اس کا کھولتا دماغ کیسے دھوئیں سے بھرنے لگا۔

"اونہہ! جب تک وہ یہاں ہے، اس کے آنے پہ تو پابندی لگاؤں گا ہی، زینیہ کو بھی اس کے میکے نہیں جانے دوں گا۔" وہ فیصلہ کر کے گھر لوٹا تھا، زینیہ کے معاملے میں وہ اتنا ہی پوزیسو تھا، اس کی بیوی سات پردوں میں گر پہلے نہیں بھی رہی تھی، اب وہ ضرور رکھنا چاہتا تھا، بیڈروم میں زینیہ کو نہ پا کر اس نے اتنا دھیان نہیں دیا، اس کا خیال تھا، وہ بچوں کے کمرے میں سونے چلی گئی ہوگی، اس سے کسی بھی ناراضگی یا جھڑپ کے بعد وہ ایسے ہی کیا کرتی تھی، کم از کم ایک دن تو ضرور منہ پھلائے رکھتی، یہ الگ بات کہ زینیہ کا غصہ کبھی طویل نہیں ہوا تھا، وہ فوراً اس کے سامنے ہار تسلیم کر لیا کرتی اور پہلے جیسی ہونے میں دیر نہیں لگاتی، بہت کم ایسے مواقع آئے تھے کہ حیدر کو کسی بھی معاملے میں اس کی منت کرنا پڑی ہو جبھی اس نے اس غیر موجودگی پہ دھیان نہیں دیا اور معمول کے کام نپٹا کر سو گیا تھا۔

☆☆☆

"ہر مقام پہ میں نے ہی سمجھوتہ کیا ہے امی! وہ شخص اتنا خود پسند ہے کہ کبھی مجھے ہرٹ کرنے کے بعد معذرت تک نہیں کرتا مگر آج تو حد ہو گئی، اس نے نہ صرف زرک کے حوالے سے مجھ پہ شک کیا بلکہ مجھ پہ ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔"

زینیہ ایک بار پھر زار و قطار رونا شروع کر چکی تھی، امی متفکر اور مضطرب بیٹھی اسے دیکھتیں رہیں، زرک خان کے لیے سب سے اذیت کا باعث اس معاملے میں بگاڑ کی وجہ اپنی ذات کی انوالومنٹ تھی۔

"اگر ایسی بات تھی زینیہ تو تمہیں مناسب الفاظ میں خالہ امی تک یہ بات پہنچانا چاہیے تھی کہ حیدر کو میرا تمہارے گھر آنا یا تم سے ملنا پسند نہیں، میں وہاں نہ آتا، معاملہ یوں تو نہ بگڑتا۔" زرک خان کے کہنے پہ زینیہ سخت شاکی ہو کر رہ گئی۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو کہ غلط میں ہی ہوں؟" وہ غصے میں پھر بے قابو سی ہونے لگی، زرک جز بز ہوا تھا۔

"میں ہرگز یہ نہیں کہہ رہا تمہیں، لیکن زینیہ تم مانو گی کہ ازدواجی زندگی بسا اوقات بہت سی قربانیاں اور کمپرومائز کی متقاضی ہوا کرتی ہیں، حیدر کی پسند ناپسند ہی تمہارے لیے اہم اور برتر ہونا چاہیے تھی۔" زرک کا انداز ناصحانہ محسوس کر کے بھی زینیہ کی آنکھوں کی نمی بڑھنے لگی۔

"بتایا تو ہے، ان پانچ سالوں میں صرف

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

میں نے قربانیاں دی ہیں اور وہی زرک کے حوالے سے ان کا شک یا پھر شدید رویہ نئی بات نہیں ہے یہ بھی پتا نہیں کب سے سہہ رہی ہوں میں۔'' اس کی آنکھوں کی نمی اور بے بسی بڑھنے لگی، امی نے لاڈلی اکلوتی بیٹی کو سینے سے لگا کر تھپکا۔

''حوصلہ کرو بیٹے! ہم بات کریں گے حیدر سے، سمجھائیں گے اسے۔'' اس ڈھارس پہ زینیہ نے سرد آہ بھر کے مایوسی سے سر ہلایا۔

''وہ بھی نہیں سمجھیں گے، وہ سدھرنے والے ہیں ہی نہیں، بڑے فضول ہیں۔'' زینیہ کی آنکھوں میں پھر ڈرامے کا بے حد رومینٹک سین لہرایا تو روح میں تپش اترنے لگی۔

''ایسا نہیں کہتے ہیں بیٹے! فی الحال تم ذہن پہ بوجھ نہ ڈالو، کل ہی کچھ کریں گے اب آرام کرو تم بس۔'' امی اس کے گال کو سہلا کر خود باہر نکل گئیں، زرک بھی ان کے پیچھے تھا۔

''حیدر کے بتائے بغیر آئی ہے خالہ امی یہ بہتر ہے آپ حیدر سے ابھی بات کر لیں فون پہ، اللہ جانے اس نے کتنا مائنڈ کیا ہو۔'' زرک کی پریشانی اپنی جگہ بالکل درست تھی، امی کے کہنے پہ اس نے ان کے سیل سے ہی حیدر کا نمبر ملایا تھا، مگر اس کا سیل آف جا رہا تھا، دونوں کی آس ٹوٹی اور مایوسی کے ساتھ تفکر بھی بڑھتا چلا گیا، یہ طے تھا کہ اب صبح ہی کچھ ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

''بابا، زینیہ گھر پہ نہیں ہے، کیا وہ آپ کو بتا کر گئی ہے؟'' حیدر جہاں پریشان سا اخلاق چاچا کے سامنے کھڑا استفسار کر رہا تھا، صبح بھی وہ اسے نظر نہیں آئی، ایسا تو کبھی نہ ہوا تھا، وہ جتنی مرضی خفا ہوتی یا لڑ جھگڑ لیتی، ناشتہ کھانا اسے وقت پہ فراہم کیا کرتی تھی، گھر سنسان تھا، یہاں تک کہ اذان بھی نظر نہیں آیا تھا اسے فطری تشویش میں جتلا وہ بچوں کے کمرے تک آیا جو بھاں بھاں کرتا ہوا ملا، ایسی ہی صورتحال پورے گھر کی تھی، اسے نا چاہتے ہوئے بھی مجبوراً ملازم سے پوچھنا پڑا جو چوکیداری کے ساتھ مالی گیری کے فرائض انجام دیتے اور کوارٹر تک محدود رہتے تھے۔

حیدر کے گمان تک بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اس طرح گھر بھی چھوڑ کے جا سکتی ہے، اس کی سوچ بس یہیں تک جا سکی تھی کہ وہ اذان کو خود اسکول چھوڑنے چلی گئی ہوگی، غصے یا ناراضگی کے باعث اسے کہنا پسند نہ کیا ہوگا، لیکن اخلاق بابا کے جواب نے اسے ششدر کر کے رکھ دیا تھا۔

''نہیں سر! میم صاحبہ تو رات ہی بچوں کو ساتھ لے کر چلی گئی تھیں، ان کے میکے سے جو صاحب آئے تھے ان کے ساتھ۔'' حیدر یا لگے کئی ثانیوں کو وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں ہو سکا، غیر یقینی، تحیر، استعجاب، پھر اگلا اور شدید و مسلسل احساس ہتک و توہین کا تھا، جس نے اسے بری طرح سے اپنے حصار میں جکڑ لیا، کچھ کہے بغیر وہ شعلوں میں گھرا پلٹ کر کمرے میں آ گیا، اس نے طیش کی کیفیت میں کمرے کی حالت چند لمحوں میں بگاڑ کے رکھ دی تھی تب بھی غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکا۔

یہ قدم اٹھا کر زینیہ نے اسے انتہائی فیصلہ کرنے پہ مجبور کر دیا تھا گویا گھر سے جانا اور وہ بھی زرک کے ساتھ، وہ جانتی بھی تھی نام تک سننا پسند نہیں تھا اسے زرک کا، پھر بھی زینیہ نے گویا اس پہ ہی کچھ باور کرانا چاہا تھا، حیدر کے نزدیک یہ ایسی غلطی تھی زینیہ کی جسے وہ معاف کرنے کا خود میں ظرف پا ہی نہیں سکتا تھا۔

''میں تمہیں بتاؤں گا زینیہ بیگم! اس ہٹ دھرمی اور جرأت کی معمولی سزا بھی کیا ہو سکتی ہے۔'' وہ انگارے سے بھرا ہوا اٹھا تھا اور کسی بھی اضافی یا خصوصی تیاری پہ دھیان دیے بنا گاڑی کی چابی اٹھائے گاڑی لے کے نکل گیا۔

☆☆☆

مسلسل رونے سے اس کی حالت قابل رحم ہو چکی تھی، آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے اور صبیح چہرا متورم ہوا ہوا تھا، امی تو اسے چپ کراتے خود نڈھال ہو چکی تھیں، معاملہ ہی اتنا گمبھیر ہو گیا تھا کہ کسی کے سان و گمان تک بھی یہ بات نہ تھی، حیدر یہاں آ کر دونوں بچوں کو لے گیا تھا، یہ کہتے ہوئے کہ بچے اس کے ہیں، جبکہ وہ زینیہ کے حوالے سے جلد کوئی فیصلہ ان تک پہنچا دے گا۔

زینیہ کا غصہ حسب سابق اتر چکا تھا اور اس کی جگہ گھبراہٹ سہم اور دہشت لے کر حیدر کا غصہ اور یہ اس درجہ شدید فیصلہ اس کے حواس صحیح معنوں میں چھین کر لے گیا تھا، سب سے اب تک وہ جانے کتنی بار حیدر کا نمبر ٹرائی کر چکی تھی مگر اس کا سیل مسلسل آف مل رہا تھا۔

''وہ یقیناً بہت غصے میں ہیں اور اس غصے میں اگر انہوں نے کوئی انتہائی قدم اٹھا لیا تو......''

اس کے آگے ایسی حواس باختگی اور سراسیمگی کا عالم تھا جس نے اسے باقی ہر احساس فراموش کرا ڈالا، جبھی تو جھٹ پٹ وہ واپس جانے کو بھی تیار ہو گئی تھی، امی اس کے اس درجہ احمقانہ فیصلے پہ نا چاہتے ہوئے بھی غصے میں آ گئی تھیں۔

''تم کہیں نہیں جا رہی ہو فی الحال زینیہ! کچھ تو عقل کے ناخن لو، کل وہ جتنے غصے میں تھا کچھ بعید نہیں تمہیں ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دے۔'' جواب میں زینیہ کی بے بسی اور اضطراب انتہاؤں کو چھونے لگا تھا، جبھی بے اختیار بلک پڑی۔

''میں انہیں منا لوں گی امی! مجھے مت روکیے، میں مان لوں گی کہ غلطی میری ہے، اپنا گھر برباد ہوتے اتنے آرام سے کیسے دیکھ لوں، اک کوشش تو کرنے دیں ناں۔'' وہ سرتاپا کانپی تھی، امی نے بے اختیار بڑھ کر اسے گلے لگایا تو زینیہ کی چیخیں نکلنے لگیں۔

''امی اگر حیدر نے مجھے چھوڑ دیا تو مر جاؤں گی میں، آپ نہیں جانتیں ان کا غصہ بہت برا ہے، وہ تو غصے میں مما (ساس) کا بھی لحاظ بھول جاتے ہیں، میں تو......'' امی نے بے بسی سے ہونٹ بھینچ کر ہراساں و بیکل بیٹی کو دیکھا تھا، جو نادم تھی، خوف زدہ تھی، آنسو کی تیز بارش جس کے غم کی گواہ تھی، بے ربط بکھرا ہوا لہجہ اضطراب کا مظہر تھا۔

''اللہ سے بہتری کی دعا مانگو بیٹے! جہاں تک میں سمجھتی ہوں تمہیں ابھی خود سے وہاں نہیں جانا چاہیے، حیدر کا غصہ کچھ کم ہونے دو، خدا نخواستہ اس نے جذباتیت میں کوئی غلط لفظ زبان سے نکال دیے تو......'' انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر زینیہ کو اک نظر دیکھا، جو فق چہرے کے ساتھ بے بسی سے ہونٹ کچل رہی تھی، آنکھیں لمحے کے ہزارویں حصے میں ڈبڈبا تی چلی گئیں۔

''خالہ امی ٹھیک کہتی ہیں زینیہ! یو نو واٹ یہ رشتہ جتنا مضبوط ہے اسی قدر نازک بھی، پلیز تھوڑا سا حوصلہ پکڑو، ہم معاملہ سنبھالنے کی کوشش میں ہیں، اللہ بہتر کرے گا۔'' زینیہ کو ناچار صبر کرنا پڑا، مگر یہ سچ تھا کہ اس کے دل کو حیدر کی جانب سے دھڑکا لگ گیا تھا۔

☆☆☆

جو پکارتا تھا ہر گھڑی
مجھے جوڑتا تھا جو لڑی
کوئی ایسا شخص اگر کبھی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

مجھے بھول جائے تو کیا کروں

اس نے آنکھ سے پھسلتی نمی کو ہاتھ سے صاف کیا اور سرد آہ بھر کے اٹھ کھڑی ہوئی، ابھی کچھ دیر پہلے امی خفا ہو کر گئی تھیں، ان چند دنوں میں اس نے ہر وقت کی گریہ وزاری اور مسلسل سوچنے سے اپنا ناس مار لیا تھا، شکن آلود لباس، بکھرے ہوئے بال، کھوئی کھوئی حزیں آنکھیں، وہ اس اجڑے ہوئے حلیے میں بھی بے حد اٹریکشن کا باعث تھی، پتا نہیں حیدر حسن شاہ کیسا انسان تھا، جس سے اس نازک کلی کو سنبھالا نہیں گیا تھا، جو اب تیزی سے پتی پتی بکھرتی جا رہی تھی۔

امی کو اسے ڈانٹتے پا کر زرک خان نے کتنے تاسف وملال زدہ انداز میں سوچا تھا، کوئی اس سے پوچھتا کیا اہمیت رکھتی تھی، زنیہ حیدر اس کے نزدیک۔

وہ ابھی تو زرک نے گہرا سانس بھر کے نگاہ کا زاویہ بدلا اور وہاں سے چلا گیا، زنیہ نے اپنے کپڑے لینے کی غرض سے الماری کا پٹ وا کیا تھا، دیوار گیر الماری کو لکڑی کے تختے لگے تھے، ان کا گھر پرانی وضع کا تھا اور ابھی تک ویسے ہی تھا، زنیہ کچے مٹیوں میں جھونپڑی سے اٹھ کر محل میں گئی تھی، قسمت کی یاوری کی انتہا ہی تو تھی، حیدر حسن شاہ جیسا حسین وجمیل اور خوبرو شوہر شاہانہ طرز زندگی، پھول جیسے بچے، کمی تو کہیں نہ تھی، ہاں اگر نعمتوں کے ساتھ شکر گزاری کا جذبہ نہ ہو تو نعمتیں زحمتیں بھی بن جایا کرتی ہے، اعمال کی سزا کے طور پہ، آزمائش بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔

پٹ وا ہونے پہ کوئی چیز سرک کر دھپ کی آواز کے ساتھ اس کے قدموں کے پاس آن گری، زنیہ نے چونکتے ہوئے جھک کر اٹھایا تو بلیو مخملیں جلد والا فل سائز فوٹو البم تھا، اس کی آنکھیں صرف جلیں نہیں بے تحاشا نمی بھی سمیٹ کر لانے لگیں، بلیک شیروانی میں ملبوس سرخ صافہ باندھے وہ مسکراہٹ دبائے آنکھوں میں غضب کی شرارتیں اور چاہت کے رنگ لئے پہلو میں موجود دلہن بنی زنیہ کو دیکھتا اطراف سے جیسے بیگانہ لگ رہا تھا، زنیہ کی آنکھ سے ٹوٹتے موتی تصویر میں مسکراتے ہوئے حیدر کے چہرے پہ بکھرے تھے، اس نے لرزتی انگلیوں سے حیدر کے نقوش کو جیسے چھو کر محسوس کرنا چاہا تو عجیب طرز کی بے بسی اس کے اندر اتر آئی تھی، دل بے ساختہ سسک اٹھا۔

میری دھڑکنوں کی کتاب میں
میری چاہتوں کے حساب میں
وہ جو روشنی سا تھا ہم سفر
وہ جو ماہتاب سا شخص تھا
میری دھڑکنوں میں شریک تھا
وہ جو دل کے بہت قریب تھا
وہ جو چلتا رہتا تھا دور تک
میرا ہاتھ تھام کے ہاتھ میں
وہ نہ جانے کیسے چلا گیا
مجھے دشت ہجر میں چھوڑ کے
مگر آج بھی ہے بسا ہوا
میرے دل کی بند کتاب میں

مشکلوں سے خود پہ باندھے ضبط کے بند ٹوٹ گئے تھے، وہ ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپے ہچکیوں سے رو رہی تھی، ماحول میں اس کی آہیں، کراہیں اور سسکیوں کے ساتھ سوگواری اور یاسیت کا احساس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

☆☆☆

گرمی زوروں پہ تھی، اوپر سے لوڈشیڈنگ کا جان لیوا عذاب، اسے ادھ موا کرنے کو بے گھری کا دکھ ہی کافی تھا، پھر پچھلے پانچ سالوں سے وہ اتنی سہولیات کی عادی ہو چکی تھی کہ یہاں اسے ہر لمحہ اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا، چند دنوں میں رمضان المبارک کا آغاز ہونے والا تھا، زنیہ کو جو تھوڑی بہت خوش فہمی تھی کہ حیدر اپنی انا کو بچوں کی خاطر ہی توڑنے پہ مجبور ہو جائے گا دھری رہ گئی، امی اور زرک پتا نہیں کس قسم کی کوششیں کر رہے تھے جو بار آور ہوتی نظر ہی نہ آتی تھیں، زنیہ کو لگنے لگا تھا اگر مزید چند دن یہی صورتحال رہی تو لازماً وہ جان سے چلی جائے گی، ایسے میں جب اس کی طبیعت بگڑی اور اس کی وجہ پہ ٹینشن ثابت ہوئی، تو زنیہ نے ایک بار پھر انا کو اپنے پیروں تلے کچلنے کا فیصلہ کر لیا تھا بہت دنوں کے بعد اس نے حیدر کا نمبر ٹرائی کیا تھا، دوسری جانب بیل کے جانے کی آواز سن کر اس کا دل اپنی دھڑکنیں منتشر کرنے لگا، مگر یہ انتشار ساکن و جامد ہوتا چلا گیا تھا جب تیسری مرتبہ کی کوشش پہ اسے بزی کی ٹون سننے کو ملی تھی۔

زنیہ کو لگا تھا وہ رو پڑے گی، بے بسی کا ایسا ہی شدید احساس اتر آیا تھا اس کے اندر، بلاشبہ حیدر اسے اس کے جرم سے بہت زیادہ کڑی سزا دے رہا تھا، کیا حرج تھا وہ اس کی بات سن لیتا، آنسوؤں کے امڈتے ریلے کو زبردستی پیچھے دھکیلتی ہوئی وہ سیل فون کے کی بورڈ پہ انگلیاں چلانے لگی۔

محبت کی طبیعت میں یہ کیسا بچپنا قدرت نے رکھا ہے
کہ یہ جتنی بھی پرانی جتنی بھی مضبوط ہو جائے
اسے تائید تازہ کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے
کچھ ایسی بے سکونی ہے
وفا کی سرزمینوں میں
کہ جو اہل محبت کو سدا بے چین رکھتی ہے
کہ جیسے پھول میں خوشبو
کہ جیسے ہاتھ میں پارہ
کہ جیسے شام کا تارہ
محبت کرنے والوں کی سحر راتوں میں رہتی ہے
گماں کے شاخسانوں میں آشیاں بنتا ہے الفت کا
یہ عین وصل میں بھی ہجر کے خدشوں میں رہتی ہے
محبت کے مسافر زندگی جب کاٹ چکتے ہیں
تھکن کی کرچیاں چنتے
وفا کی اجرکیں پہنے
سمے کی رہگزر کی آخری سرحد پہ رکتے ہیں
تو کوئی ڈوبتی سانسوں کی ڈوری تھام کر دھیرے سے کہتا ہے
یہ سچ ہے نا؟
ہماری زندگی اک دوسرے کے نام لکھی تھی
دھندلکا سا جو آنکھوں کے قریب
دور تک پھیلا ہوا ہے
اسی کا نام چاہت ہے
تمہیں مجھ سے محبت تھی
تمہیں مجھ سے محبت تھی
تمہیں مجھ سے محبت تھی؟
تمہیں مجھ سے محبت تھی؟
کہو مجھ سے محبت ہے
کہو مجھ سے محبت ہے

میسج حیدر حسن شاہ کے نمبر پہ سینڈ کرتے وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر روتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

خبر رسید امشب کہ نگار خواہی آمد
سر من فدائے راہے کہ سوار خواہی آمد
بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازاں کہ من نمانم بہ چہ کار خواہی آمد
یار من بیا بیا یار من بیا بیا۔
(مژدہ سنا ہے کہ آج رات تو آئے گا، میرا

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ان راہوں پہ قربان ہو، جس سے تیری سواری گزرے گی، میری جان لبوں پہ آ گئی ہے، تو آ کہ میں زندہ ہو جاؤں، میرے مرنے کے بعد آیا تو تیرا آنا میرے کس کام کا، میرے یار آ جا، تو آ جا۔)

ادھر سروں میں بجتا ہوا ریکارڈ اسے آنسوؤں کے سمندروں میں ڈبونے لگا، رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا تھا، اس نے ایک بار پھر بے شرم اور ڈھیٹ بننا گوارا کیا اور حیدر کو کال ملا لی تھی، اسے ذرا کم ہی توقع تھی کہ وہ ریسو کرے گا، مگر حیدر نے شاید طے کر لیا تھا کہ اس کی توقعات کو توڑنا ہے، امیدوں پہ پورا نہیں اترنا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟ کیوں جان نہیں چھوڑ رہی ہو آخر اب میری۔" زینیہ کی پیاسی سماعتوں نے اس کی گمبھیر آواز کو سنا ضرور مگر سیراب ہونے کے بجائے مزید تشنگی اور غضب کی جلن سمیٹ لائیں، ہونٹ بے ساختہ کانپے۔

"ہم...... میں نے آپ کو رمضان المبارک کے چاند کی مبارک دینی تھی۔" سامنے والے کا لہجہ اگر ہنکار ڈالنے والا اور ملامتی ہونے کے ساتھ کوئی گنجائش نہ رکھتا ہو تو مخاطب پہ ایسی ہی قیامتیں گزرتی ہیں جو زینیہ کے دل پہ بیتی تھیں مگر وہ ہمت ہارنا ہی نہیں چاہتی تھی، اپنی غلطی تسلیم کر کے حالات سدھارنے کی خواہش مند جو تھی۔

جواب میں حیدر نے طنزیہ ہنکارا ابھرا تھا۔

"دنیا میں واحد میں ہی مسلمان نہیں بچا ہوں محترمہ! جا کے اس خوشی میں کسی اور کو شریک کرو۔" وہ پھنکارا تھا اور زینیہ ایسے کرب سے دوچار کر دی گئی، جیسے کسی نے اچانک نہایت بے دردی سے کانٹوں پر گھسیٹ لیا ہو، بے اعتنائی اور نخوت کے اس مظاہرے نے براہ راست ذہن پہ اثر کیا تھا، ماضی کا اک لمحہ جہاں بہت دلکشی کے ساتھ یہ اجان مسکراتا تھا۔

"آہاہ، یہ میری بیوی آج اتنی پیاری بھلا کس خوشی میں لگ رہی ہے؟" وہ لیٹ نائٹ گھر پہنچا تو زینیہ کو سیاہ بے حد خوبصورت لباس میں نک سک سے درست اپنا انتظار کرتے پا کر حیدر کا موڈ خوشگوار بہت سمیٹ لایا تھا جو اسے لگا کے رکھ گیا۔

"رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا ہے نا، مبارک باد دینی تھی آپ کو۔" جھکی لرزتی پلکوں کے ساتھ مسکراتی ہوئی وہ سیدھی حیدر کے دل میں اتر رہی تھی۔

"تو دو ناں پھر۔" وہ چہکا اور گویا پوری توجہ اس پہ مرکوز کرتے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ لئے تھے۔

"چاند مبارک ہو آپ کو، اللہ پاک سب مسلمانوں کو رمضان المبارک کی برکتیں سمیٹنی نصیب کرے۔" وہ بہت مدہم سے بولی تھی، انداز بالکل ویسا تھا جیسے وہ شادی سے قبل یہ فقرہ ہر باری امی بابا اور زورک کے سامنے دہرایا کرتی تھی مگر اب کی بار اس کے سامنے اک انوکھا رشتہ تھا، اس کے شوہر کا جبھی جواب میں دعاؤں کی بجائے شکوہ و شکایت سننے کو ملی تھی۔

"اتنی خشک مبارک، یار اتنے فاصلے سے تو بالکل مزا نہیں آتا، یہاں آؤ، گلے لگاؤ تو پتا بھی چلے کہ کسی اہمیت و خاصیت کا۔" وہ شریر انداز میں کہتا پٹڑی چھوڑ گیا تھا اور زینیہ کتنا جھینپ کر سرخ پڑی تھی اس سے قبل کہ کچھ کہہ پاتی حیدر نے خود تمام فاصلے مٹا دیئے تھے۔

"ایسے دیتے ہیں مبارک اوکے؟ ہمیشہ یاد رکھنا، ورنہ ہرگز ایکسیپٹ نہیں ہوگی۔" اسے خود سے بھینچے ہوئے وہ گویا آرڈر جاری کر رہا تھا۔

"مراقبہ میں چلی گئی ہو؟" وہ پھنکارا اور

زینیہ جیسے حواسوں میں لوٹ آئی تھی مگر آنکھوں کی جلن میں کچھ مزید اضافہ ہو چکا تھا۔

"آئندہ اس زحمت کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں؟" اس کا اشارہ یقیناً فون کی طرف تھا، زینیہ نے ہونٹ کچلے۔

"حیدر پلیز فون بند مت کیجئے، مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔" اس کا ارادہ بھانپتے وہ ملتجی ہوئی۔

"بکو، فارغ نہیں ہوں تمہاری طرح میں۔" اس کا لہجہ ہنوز تھا، بیگانگی اور سرد مہری لئے، اس درجہ اہانت آمیز انداز پہ زینیہ کا چہرا تپا مگر وہ کمال ضبط سے نظر انداز کر گئی۔

"میں گھر واپس آنا چاہتی ہوں حیدر! پلیز معاف کر دیں مجھے۔" وہ سسکنے لگی، دوسری جانب کچھ دیر کو سناٹا سا چھا گیا۔

"تمہیں میں نے نکالا نہیں تھا، اپنی مرضی سے گئی تھیں اور جس کے ساتھ گئی......"

"حیدر میرا ہرگز زورک سے کوئی ویسا تعلق نہیں ہے بیجے......"

"مجھے کچھ نہیں سننا۔" وہ غرایا اور زینیہ روہانسی ہونے لگی۔

"میں بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتی حیدر پلیز۔"

"اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے زینیہ بیگم، بچے بھی رہ رہے ہیں ناں تمہارے بغیر۔" اس کا لہجہ سفاکیت سمیٹ لایا، زینیہ سرد پڑنے لگی۔

"ہم...... میں پھر پریگنٹ ہوں حیدر مجھے......" اس کی زبان گنگ ہونے کا باعث حیدر کا رابطہ منقطع کرنا تھا، وہ سمجھ کر بھی جیسے انجان بنی اور پھر اسے اس کا نمبر ٹرائی کیا تھا انداز کی بے کلی اور اضطراب اس کے چہرے کے ہر نقش اور کہانی انگلیوں سے عیاں تھا، حیدر نے جو کال کاٹی اور پھر فون آف کر دیا، بے مائیگی، بے چارگی، اور بے بسی کا احساس کیسا تھا جو اس کی رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا تھا، وہ روتی چلی گئی تھی، بے ساختہ و بے اختیار، مگر جس کے لئے وہ یہ انمول خزانہ لٹا رہی تھی، اسے نہ ان سے غرض تھی نہ پرواہ۔

☆☆☆

مجھے یاد کر، مجھے یاد آ
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں توڑ کر تیرے نقش
آنکھ کی پتلیوں سے مٹا سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں دل سے پھر تیری عمر بھر کی رفاقتوں کو بھلا سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ عمر بھر تیری یاد کا کوئی جشن ہی نہ منا سکوں
اگر ایسی کوئی دلیل ہے تو پھر آزما
جو نہیں تو پھر مجھے یاد کر مجھے یاد آ

اس کے ہونٹوں میں سلگتا ہوا سگریٹ تھا اور بادامی آنکھوں میں غضب کی لالیاں، بے مائیگی کیا ہوتی ہے ابھی تو جانا تھا اس نے، بلکہ زینیہ نے سمجھایا تھا اسے، ورنہ وہ تو وہ تھا جو ہمیشہ سراہا گیا تھا، ہمیشہ خصوصی اہمیت سے نوازا گیا تھا، اسے پتا ہی نہ تھا ناقدری ہوتی کیا ہے، ایسا کیا تھا انوکھا زینیہ میں کہ وہ دیوانہ ہو کر رہ گیا، سبھی کچھ فراموش کر کے صرف اسی کا ہونے کے لئے۔

اسے یاد تھا ہر وہ لمحہ جب وہ لڑکی اس کے بے حد نزدیک ہوئی تھی اور حیدر حسن شاہ کا دل اپنے قابو میں نہیں رہا تھا، وہ جو ہر دل میں دھڑکتا تھا، اس کا اپنا دل زینیہ وقار کے لئے دھڑکنے لگا، چھ سال پہلے جب ایڈیشن میں کامیاب ہونے کے بعد وہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

اپنے میلے پہ اپنی شوٹنگ میں بے پناہ مصروف تھا کہ مما کو جانے کیا سوجھی تھی کہ دور پار کے رشتہ داروں کی شادی میں ہر صورت اسے ساتھ لے جانے پہ بضد ہوگئی تھیں، حالانکہ کتنے حیلے بہانے مارے تھے اس نے مگر بے سود مما نے اپنی منوا کر دم لیا تو اس کے اندر اسی قدر اکتاہٹ اور بیزاری اتر آئی تھی۔

''وہاں سب کے بیچ مکمل مل کر رہنا، ورنہ وہ یہی سمجھیں گے حدیقہ کا بیٹا اپنے اسٹیٹس کی وجہ سے مغرور اور بد دماغ ہے۔''

مما کی خصوصی نصیحت پہ اس نے کان کیا دھرنا تھا مگر وہاں شادی والے گھر کے محدود دائرہ اور مہمانوں کے جم غفیر نے اسے صرف بوکھلایا ہی نہیں، بے زاری میں بھی مبتلا کر دیا تھا، ایسے میں زرک خان نے اس کی اکتاہٹ کو محسوس کیا اور اس بھیڑ بھاڑ سے نکال کر کمرے میں لے آیا تھا، وہاں نسبتاً سکون تھا، جبکہ باہر پنڈال میں ابٹن کے نام پہ جو ہلڑ بازی ہو رہی تھی اس نے تو حیدر کو کوفت سے بھر دیا تھا۔

''آپ یہاں آرام کریں، میں چائے بھجواتا ہوں آپ کو۔'' زرک مسکرا کر پلٹ گیا تھا، حیدر نے گہرا سانس کھینچا اور کھلی کھڑکی میں آن کھڑا ہوا، تب ہی کوئی آندھی طوفان کی طرح ایک دم سے کمرے میں آن گھسا تھا، حیدر کی کھلکھلاہٹ کی آواز پہ پلٹا مگر تب تک وہ جو کوئی بھی تھی اپنے گھاگھرے اور دوپٹے سے الجھتی اندھا دھند اس کے پہلو میں آ کر اس کا بازو دونوں ہاتھ میں دبوچ کر تیز لہجے میں عجلت میں بولی تھی۔

''مجھے چھپا لیں زرک بھائی، وہ چڑیلیں ساری میرے پیچھے ورنہ یہاں تک آ جائیں گی۔'' حیدر نے اچنبھے میں گھر کر اس بے فکری اور نو خیز لڑکی کو دیکھا، جس کی توجہ اس کی بجائے دروازے کی جانب تھی، اسی لاپروائی یا اندھے یقین کے باعث وہ یہ دھوکہ کھا چکی تھی، اور اک دھوکہ خود حیدر نے بھی کھایا تھا، اپنے دل سے، جو لمحوں میں اس کے اختیار سے نکل کر اس یکسر انجان مگر بلا کی حسین کے قدموں سے لپٹ گیا تھا، چاندی جیسا نازک بدن جس سے روشنیاں پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں، سحر طاری کرتے ہوئے نقوش، پتا نہیں وہ اتنی ہی حسین تھی جتنی حیدر کو لگی تھی، جبھی تو وہ سب کچھ فراموش کر گیا تھا اور اپنے مزاج اور فطرت کے برخلاف شوخی و جسارت کی انتہا کر گیا۔

''یہ لیجیے چھپا لیا، اور کوئی حکم۔'' دھیما گمبھیر تر متاثر کن لہجہ بے حد شریر انداز میں کہتے اس نے اس پھول کے جیسی نازک لڑکی کو بازوؤں کے گھیرے میں لے کر گویا سینے میں سمو لیا تھا، وہ جتنا بے حجاب ہوا تھا بے باکی پہ اترا تھا، دوسری جانب اسی قدر ناگواری، بوکھلاہٹ اور سراسیمگی دیکھنے میں آئی، مگر اس سے پہلا احساس شدید دھچکے، حیرت اور غیر یقینی کا تھا، کرنٹ لگنے کے انداز میں گو کہ وہ اگلے لمحے تڑپ کر اس کا حصار توڑ گئی تھی مگر ناگواری پھر بھی برقی رو بن کر پورے بدن میں زہر کی مانند دوڑنے لگی تھی۔

''واٹ نان سنس، ہو کون تم؟ یہ کمرا تو زرک کا ہے اور میں سمجھی تم......'' وہ ضبط کھو کر پھٹ سی پڑی تھی، غرانے کے انداز میں بولی، اس کے ہر انداز سے بے پناہ درشتی چھلک رہی تھی۔

''آپ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتیں اگر سامنے موجود بندے کو دیکھنے کی زحمت کرتیں، اینی ہاؤ آپ خفا نہ ہوں، میں نے تو محض حکم کی تعمیل کی، آپ نے پناہ مانگی تھی، کیا نہیں دی؟'' اس کا آنچ دیتا ہوا لہجہ کس قدر دھونس بھرا تھا مگر

آخر میں شرارت سمو لایا، زنیبہ کے تو کانوں سے جیسے دھواں نکلنے لگا، چہرا ایسے جل اٹھا جیسے کسی نے آگ دہکا دی ہو، کتنا بد دماغ اور فضول لڑکا تھا، بجائے غلطی پہ شرمندہ ہونے کے الٹا اسے سنا رہا تھا۔

''جسٹ شٹ اپ او کے۔'' وہ چیخی اور مزید کچھ سنے بغیر جھٹکے سے پلٹی تھی کہ حیدر نے لپک کر اسے روکا۔

''زرک کیا لگتا ہے آپ کا مس......؟'' اس نے اپنا فقرہ ادھورا چھوڑا گویا اس کا نام جاننے کا خواہش مند ہو، زنیبہ کے منہ میں کڑواہٹ اترنے لگی۔

''آپ سے مطلب، راستہ چھوڑیں میرا۔'' وہ اسے اپنے سامنے چٹان کی مانند جمے دیکھ کر تلملائی۔

''اب تو سارے مطلب ہی آپ سے ہو گئے ہیں میم، اور راستے کے متعلق اگر میں کہوں کے سارے میری جانب آتے ہیں آپ کے تو......؟'' وہ معنی خیزیت سے کہتا اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا، زنیبہ کا دل اسی معنی خیزیت میں الجھ کر پل بھر کو تھم کر بے تحاشا دھڑکا۔

''تو میں کہوں گی یہ انتہائی تھرڈ کلاس ڈائیلاگ ہے۔'' اس نے رعونت سے جواب دیا اور کترا کر نکل گئی تھی، حیدر کھسیا کر رہ گیا مگر کچھ خیال آنے پہ اس کے پیچھے لپکا، برآمدے اور سیڑھیوں پر وہ نظر نہیں آ سکی، حیدر بے اختیاری کی کیفیت میں چلتا ہوا پنڈال میں آ گیا تھا، پھر جب تک اس کی نظروں نے زنیبہ کو تلاش نہیں لیا قرار نہیں پا سکی تھیں، اکیسویں صدی کا ماڈرن رانجھا بنے وہاں متوسط طبقے کے لوگوں نے حیرت سے اسے دیکھا جبکہ مما نے بے دریغ ڈانٹا تھا۔

''واٹ نان سنس حیدر حسن شاہ! اپنی نظروں کو کنٹرول میں کرو، میں اپنے سسرالی عزیزوں میں ہوں سب۔'' اور جواباً وہ شرمندہ ہوئے بغیر دانتوں کی نمائش کر گیا تھا۔

''اس کا مطلب یہ لوگ بابا کے رشتہ دار ہیں، پھر بے فکر رہیں مام، اپنی نسل کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔'' اور مما اسے گھورنے لگی تھیں جب اسے سنجیدہ ہونا پڑا۔

''یہ لڑکی جو کوئی بھی ہے مما، اسے میں نے آپ کے لئے بطور بہو پسند کر لیا ہے، بہت جلد اسے میرے بیڈ روم میں دلہن کے روپ میں ہونا چاہیے۔'' اس کے الفاظ مما کے لئے شاک ثابت ہوئے مگر وہ اسی قدر قطعیت اور مضبوطی سے ان پہ جم گیا تھا، پھر مما نے لاکھ اسے سمجھایا اور سر پیٹ لیا کہ یہ ان کا اسٹیٹس نہیں اور نہ ہی دنیا میں حسین لڑکیوں کی کمی ہے مگر وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا ہی نہیں، مما کے بعد دوسری رکاوٹ زنیبہ کے گھر والوں نے ڈالی، حیدر کے اعصاب اس وقت تن کر رہ گئے تھے جب وہاں سے ہاں کی بجائے یہ سننے کو ملا کہ زنیبہ کے لئے وہ لوگ اپنے بھتیجے زرک خان کا خیال رکھتے ہیں، حیدر حسن شاہ کا اسٹیٹس اور شخصیت ایسی نہیں تھی کہ انکار ہوتا مگر ہوا تھا تو پھر پیچھے ہٹ جانا مردانگی کی توہین تھی، یہ اس کا جذبہ تھا یا پھر کوشش کی تھمک ڈیڑھ ماہ کے قلیل عرصے میں زنیبہ دلہن بن کر واقعی اس کے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔

حیدر نے اسے کچھ نہیں جتلایا، نہ پہلی بار رشتے سے انکار ہونا نہ ہی جب اس نے فون پہ بات کرنے سے حیدر کو انکار کیا تھا، یہ دونوں اس کی سبکی کا باعث باتیں تھیں اور وہ خود کو کبھی نیچا ہوتے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، یہ کم نہیں تھا کہ اس نے زرک خان کو شکست دے دی تھی، زنیبہ کا انداز نارمل تھا، حیدر کی دیوانگی کا عالم یہ ان دنوں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

اور تھا، اسے زنیرہ کے علاوہ سب کچھ بھول گیا تھا۔

دن گزرتے خبر بھی نہیں ہو سکی اور اتنا وقت بیت گیا، وہ خوش بھی تھا اور مگن بھی، ان کے بچے بھی ہو گئے تھے، اسے زنیرہ سے جو بھی شکایت تھیں، وہ بھی زنیرہ سے اس لئے نہیں کہتا تھا کہ اس کی انا کو یہ گوارا تھا ہی نہیں، لیکن اس نے زنیرہ پہ زرک کے حوالے سے ناگواری البتہ ضرور ظاہر کر دی تھی، اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ محتاط ہو جاتی مگر الٹا اس نے چور دروازے تلاش کر لئے، اس نے زرک خان کو کھانے پہ بلایا اور حیدر کو ہوا بھی نہیں لگنے دی، اس کے دل میں موجود وہ شک جو ہمیشہ کنڈلی مارے بیٹھا رہتا تھا پھن پھیلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''زنیرہ نے ایسا کیوں کیا تھا؟'' یہ سوال جوالہ مکھی کی مانند اس کے ذہن میں پکتا رہا اور اس کے خون میں ابال ڈالتا رہا، وہ زنیرہ سے بہت محبت کرتا تھا اس نے زنیرہ کو بتا دیا تھا، زنیرہ کے دل میں کیا ہے اس نے کبھی اس خوف سے پوچھنا نہیں چاہا کہیں کسی نارسائی کا رنگ چھلک پڑا تو اس کی زیست میں دور تک ببول اگا سکتا تھا وہ محبت کے معاملے میں پوزیسو ہی نہیں، بزدل بھی کمال درجے کا تھا، زنیرہ اس سے محبت کرتی ہے یا مجبوراً وہ جان ہی نہ پایا، ہاں وہ یہ ضرور جان چکا تھا کہ زنیرہ کی فطرت میں حاکمیت ہے، وہ اسے اپنا محکوم اپنا دست راست بنانا چاہتی ہے، یہ احساس اتنا حاوی تھا کہ اس کے ہر بار کہنے پہ کہ وہ شوبز چھوڑ دے حیدر نے سختی سے انکار کر ڈالا، چاہے کہنے والی نے یہ بات جتنی بھی التجا سے کہی یا دھونس اور محبت سے، اسے غرض نہیں تھی، وہ بس اسے اس مقام پہ بھی جیتنے نہیں دے سکتا تھا۔

پھر جیسے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی گئی، ہاں انتہا ہوئی تھی اس روز، اگر وہ ازلی رقابت اور جیلسی میں بے قابو ہوا تھا تو زنیرہ نے سب کچھ اک ٹھوکر سے اڑا دیا، اس کی محبت، مان، بھروسہ، گھر اور...... اور خود حیدر حسن شاہ کو بھی، جس کی اک نگاہ التفات پہ اک دنیا جان دیتی تھی، اسے اتنی بری طرح سے روندا گیا کہ وہ اپنا کرچی کرچی وجود سمیٹنے کی کوشش میں ہلکان ہوتا رہ گیا۔

کون جانتا تھا، اس شب اپنے کمرے کی تنہائی میں وہ چھ فٹ سے زیادہ بڑا مرد کیوں بری طرح سسکتا رہا تھا، وہ جانتا تھا عورت اگر مرد کو ٹھکراتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اسے اس میں کوئی خامی نظر آئی ہے، یہ تو تھا ہی زبردستی کا سودا، جو حیدر حسن شاہ نے کیا تھا جبر کی بنیاد پہ، با وفا، با کردار عورت چاہے کتنی ہی سخت اور مشکل گزارے مگر اپنے شوہر کی برائی کبھی کسی دوسرے کے سامنے بیان نہیں کرے گی، یہ تو بے صبری و ناشکری عورت کی پہچان ہے جو شوہر کی اچھائیوں کو بھی خامیاں بنا کر اسے رسوا کرتی پھرتی ہے۔

وہ کیسے بھول جاتا کہ اگر اس کا غصے میں زنیرہ پہ ہاتھ اٹھ گیا بھی تھا تو اس نے تشہیر کر کے اسے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا تھا، وہ سمجھتی، وہ سوچتی اور جانتی تو یہ صرف حیدر کی تذلیل تھی؟ نہیں حیدر سے پہلے خود زنیرہ کی اپنی ذات کی تذلیل ہو رہی تھی مگر اس کی ناقص عقل میں یہ بات سمائی بھی تو کیسے، دانا کہہ گئے ہیں، میاں بیوی ایک ذات، احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، ''میاں بیوی اک دوسرے کا لباس ہیں۔''

پھر زنیرہ نے اسے اس کی خامیوں کو کیوں عیاں کیا، وہ اس پہ زرک کے حوالے سے شک نہیں کرتا تھا، وہ اس کا زرک کے سامنے آنا بس پسند نہیں کرتا تھا، وہ اس کی بیوی تھی اسے اتنی بات

سمجھ میں کیوں نہ آ سکی کہ آخر وہ کیا چاہتا ہے، اسے کیا پسند اور کیا ناپسند ہے۔

وہ اس سے محبت کرتا تھا، وہ اسے اہمیت بھی دیتا تھا لیکن ان جذبوں پہ زنیرہ کی کچھ عادات نے گرد ڈالنی شروع کر دی، وہ صرف یہی چاہتی تھی کہ وہ اس کو چاہے، اسے ہی اہمیت دے، یہاں تک کہ اس کی خاطر اپنا کیریئر داؤ پہ لگا دے، جبکہ وہ جانتی بھی تھی حیدر کو کسی بزنس کا تجربہ نہیں تھا، وہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے کیسے ان کی ضروریات و خواہشات کو پورا کر سکتا تھا، اگر وہ محبت چاہتی تھی تو محبت بانٹتی بھی، یہ گریز، یہ لاتعلقی سب مصنوعی تھی، حیدر اس کا یہی خول توڑنا چاہتا تھا، کسی بھی طرح سہی وہ اظہار کرے تو، بتائے تو کہ وہ بھی محبت کرتی ہے اس سے، مگر خول توڑتے توڑتے وہ تعلق میں دراڑیں ڈال بیٹھا تھا، تاسف سا تاسف تھا۔

دکھ کی انتہا تھی، پچھتاوے کا انت، اسے لگا وہ ہر طرح سے ہی تو ہار گیا ہے، وہ چاہتا تھا زنیرہ کی انا پگھل جائے، ڈھیر ہو جائے، بچوں کو وہ اسی لئے لایا تھا کہ زنیرہ کسی طریقے تو بے بس ہو، وہ اس کے بغیر رہ سکتی ہے وہ جانتا تھا، مگر وہ یہ جان کر صدمے سے گنگ ہونے لگا تھا کہ زنیرہ صرف اس کے بغیر نہیں اس کے بچوں کے بغیر بھی بڑی آسانی سے رہ سکتی ہے، اس نے اگر رابطہ کیا بھی تھا تو اسی ازلی مقصد کے تحت، نظم سینڈ کر کے جیسے کہ بری الذمہ ہو گئی، یعنی وہ خود جھکنے کی بجائے اسے جھکانا چاہ رہی تھی، حیدر کی پور پور سلگنے لگی، لے دے کے اگر فون کیا بھی تو اس کی بجائے بچوں کی آڑ لی، کیا ہو جاتا اگر وہ کہہ دیتی۔

''تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

ہوتا ہے نا کبھی کبھار ایسا بھی کہ ہم خود کو جھوٹی تسلی سے بھی بہلانا چاہتے ہیں، دھوکہ دے کر بھی مگن ہونا پسند کرتے ہیں، وہ بھی خود کو ایسا ہی فریب دینا چاہ رہا تھا اور جب زنیرہ نے بتایا کہ اسے پریگنینسی کا تو حیدر خود اپنے آپ سے خائف ہو گیا تھا، اسے پورا یقین ہوا تھا وہ اس پل اپنی مردانگی، اپنی انا اور وقار کو قربان کرتے ہوئے اسے کہہ دے گا۔

''بس تم آ جاؤ زنیرہ! میں تمہارے اتنے ناز اٹھاؤں گا کہ تمہیں سابقہ تمام شکایتیں بھول جائیں گی۔'' اسے زنیرہ کی کچھ دن قبل کی وہ لڑائی پوری جزئیات سے یاد تھی جس میں وہ اسے اس کا بلے دیکھنے کے بعد اس بات پہ طعنے دے رہی تھی، فون منقطع کرنے کی اصل وجہ یہی تھی، وہ یہاں پھر زنیرہ کو جیت سے ہمکنار نہیں کرنا چاہتا تھا، چاہے کچھ ہو جاتا، کتنا نقصان ہو جاتا۔

☆☆☆

''ارے بیٹا نہ رکھو روزہ، اگر اندر کچھ ٹھہر نہیں رہا، بار بار قے ہو رہی ہے تو روزہ قائم ہی نہیں رہتا، اللہ نے بھی اپنے بندوں کو آسانی فراہم کی ہوئی ہے، بعد میں گنتی پوری کرنے کی۔''

اسے واش بیسن پہ جھکے قے کرتے پا کر امی نے نرمی سے ٹوکا تھا، زنیرہ حال سے بے حال ہو رہی تھی جب کچھ دیر بعد سیدھی ہوئی، امی اس کی آنکھوں میں لالی اور نمی دیکھ کر مزید دلگیر نظر آنے لگیں۔

''آپ ٹھیک کہتی ہیں امی، لیکن روزہ چھوڑنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا، مجھے تو لگنے لگا ہے اللہ سے دوری اور غفلت کی ہی یہ سزا ہے کہ یوں آزمائش آ پڑی ہے مجھ پہ، حیدر اور بچوں سے دوری کا کوئی تصور نہیں تھا میرے پاس مگر اب...... امی جب ہم اللہ کی محبت کا حق فراموش کرتے ہیں اور یہ حق کسی اور کی جھولی میں ڈالتے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ہیں، تب بھی اکڑا جاتا ہے، کاش میں نے سمجھا ہوتا تو آج اتنی اذیت سے دوچار نہ ہوتی۔" اس نے بھاری آواز میں کہا، بے بسی کے واضح مظہر آنسو گالوں پہ بے آواز اتر آئے تھے، امی کا دل جیسے شق ہوتا چلا گیا، انہوں نے تڑپ کر اسے سینے سے لگالیا۔

"یوں حوصلہ مت ہارو بچے، تمہارے بابا حیدر کی مما سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، دراصل آج کل ان کا نمبر بند جا رہا ہے، وہ بھلی خاتون ہیں، حیدر کو سمجھائیں گی تو اللہ کرم کرے گا۔" وہ اس کے بے تابی سے مچلتے آنسو بے حد نرمی سے صاف کر رہی تھیں، زینیہ کے اندر موجود دکھ میں شدت اور گہرائی آنے لگی، وہ انہیں کیا بتاتی، کون کون سا دکھ، یہ کہ اس نے کچھ دن پہلے دل کی بے قراری کے آگے شکست مانتے گھر کال کی تھی، لینڈ لائن پہ، حیدر نے جیسے بات کی تھی اس کے بعد اس میں حوصلہ ہی نہ تھا کہ دوبارہ نمبر ٹرائی کرتی۔

☆☆☆

"السلام علیکم! کون بات کر رہا ہے؟" ریسور سے اذان کی معصوم اور پیاری آواز سن کر اسے اپنی دعا فوری قبول ہو جانے سے اللہ پہ پیار آنے لگا، نمبر ملانے سے قبل ہی تو خواہش کی تھی اس نے۔

"وعلیکم السلام! میرے چاند میرے بچے آپ ٹھیک ہو؟ عجیبہ گڑیا کیسی ہے؟ ٹھیک تو ہے وہ؟"

"مما یہ آپ ہو؟ کہاں ہیں آپ؟ ہمیں اکیلا کیوں چھوڑ دیا، عجیبہ بالکل ٹھیک نہیں، بخار ہے اسے، آپ آجاؤ مما! ہم بہت تنہا ہیں۔" وہ اس کی آواز سنتے ہی رونے لگا تھا، صرف وہ نہیں زینیہ خود بھی۔

"عجیبہ کو کیا ہوا ہے؟ اور بابا کہاں ہیں آپ کے؟" اس کے ہر سوال میں بے چینی اور اضطراب تھا۔

"عجیبہ کو ٹمپریچر ہے مما! وہ آپ کے لئے روتی ہے ہر وقت، بابا نے دوا بھی لے کے دی مگر وہ ٹھیک نہیں ہو رہی، ثمرین آنٹی نہیں ہیں؟ جو بابا کے ساتھ کام کرتی ہیں، وہ آکر مجھے اور عجیبہ کو بہت ڈانٹتی ہیں ماما، وہ ہمیں بالکل اچھی نہیں لگتیں، آپ کے جانے کے بعد وہ ہر روز یہاں آتی ہیں، اخلاق بابا نے منع کیا تو کہتی ہیں آؤں گی، یہ میرے دوست کا گھر ہے۔" اذان نے جو کچھ بتایا تھا وہ ایسا دل شکن اور اعصاب پہ بوجھ ڈالنے والا تھا کہ وہ گم صم ہو کر رہ گئی، ثمرین کو وہ جانتی تھی، یہ وہی ایکٹریس تھی جس کی جوڑی حیدر کے ساتھ بہت پسند کی جا رہی تھی، مگر زینیہ کو اس سے اتنی ہی چڑ تھی، اتنی ہی نفرت محسوس ہوتی، مختلف شوز میں اس نے ثمرین کی چھچھوری حرکتیں دیکھی تھیں، وہ صاف حیدر پہ ڈورے ڈالتی نظر آتی تھی، ویسی ہی تھرڈ ریٹ عورتوں جیسی جو پکے ہوئے پھل کی طرح جھولی میں آگرنے کو تیار رہتی ہیں لیکن سوچنے کی بات تو یہ بھی تھی کہ حیدر نے اس عورت کو گھر میں کیوں گھسایا؟ کیوں اسے اتنا اختیار دیا؟ اس کا دل سسکنے اور رونے لگا، اس کا آشیاں بکھر رہا تھا اور وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی، اس سے بڑھ کر بھی کوئی دکھ اور بے بسی کی بات ہو سکتی تھی بھلا؟ اس کا دل چاہا، وہ پھر حیدر سے بات کرے، مگر اس کا کیا فائدہ تھا، وہ پھر اسے ڈانٹ دیتا، اس کے نزدیک زینیہ کی اوقات ہی اتنی رہ گئی تھی کہ بچے چھین لئے تھے اور گھر سے نکال کر اس کی جگہ کسی اور عورت کو دینے کو تیار ہو گیا تھا، حیدر کا مقصد جو بھی تھا مگر اسے یوں اب ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھنا نہیں چاہیے تھا، کم از

ایک کوشش [illegible] سے قبل ایک آخری [illegible] ضرور دے کی وہ کوشش کرے۔

اور یہی سوچ اسے "حیدر ولیج" لے آئی تھی، اپنوں کے رویوں میں اگر بیگانگی اور سرد مہری در آئے تو ہر تعلق اپنی مضبوطی اور جاذبیت کھو بیٹھتا ہے، یہی وجہ تھی کہ زینیہ اسی گھر میں کسی اجنبی کی طرح خائف اور گریزاں سی داخل ہوئی تھی جس میں ہمیشہ اسے ملکہ کا سا احساس ملا تھا، اسے اذان کی تلاش تھی مگر وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا، اخلاق بابا بھی گیٹ پہ نہیں تھے، اس نے اپنا رخ بچوں کے کمرے کی طرف کیا، اسے بہت پہلے آ جانا چاہیے تھا، وہ کیوں بھول گئی اس کی مضبوطی اس کے بچے تھے، ان کی آڑ لے کر وہ حیدر کا ہر ستم سہہ سکتی تھی، وہ انہی کی وجہ سے گھر سے بھی نہیں نکالی جا سکتی تھی۔

"سر آپ بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں، بچی کو کوئی بیماری نہیں ہے، ماں سے الگ ہونا اسے کملا رہا ہے، اسے اس کی ماں کے سپرد کر دیں سب ٹھیک......" اس کے قدم تھم سے گئے تھے، یہ نسوانی آواز شاید اس کونسلر کی تھی جو حیدر نے عجیبہ کے لئے رکھی تھی، اس کا مطلب تھا حیدر اس وقت وہیں تھا۔

"مت تکرار کریں خاتون بار بار اس لفظ کی، میں کہہ چکا ہوں آپ سے مر چکی ہے، اس کی ماں، آپ اسے سنبھالیں، اس کا خیال رکھیں، تنخواہ آخر کس بات کی دیتا ہوں میں آپ کو۔" وہ بھڑک کر پھنکارتے ہوئے بولا تھا مگر اسے خبر نہیں تھی، اس کے الفاظ نے زندہ سلامت زینیہ کو وقتی لمحوں میں ختم کر دیا تھا، مار دیا تھا، اس کا جسم کانپنے لگا، اسے سب کچھ بھول گیا، عجیبہ کی روتی ہوئی کلیجہ چیرتی آواز، اپنا ڈوبتا ہوا گھر، اپنا آپ بھی یاد رہ گئی تھی تو بس حیدر کی سواتر سنائی اور بے رخی، آنکھوں میں اترتے اندھیروں کے ساتھ وہ واپس بھاگ آئی تھی، اس نے سوچا تھا اگر حیدر کو اس کی ضرورت نہیں تو وہ بھی اس کے قدموں میں گر کر نہیں گڑگڑائے گی، وہ کھیل ختم ہونے جا رہا تھا، جسے کبھی حیدر حسن شاہ نے بہت ارمانوں سے شروع کیا تھا، وہ بندھن کچے دھاگوں کی مانند ٹوٹتا جا رہا تھا جسے زینیہ نے بہت مان اور پیار سے جوڑا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ اس سنہرے وقت کی تمام جھلملاتی یادیں بھی اترتی چلی گئیں۔

☆☆☆

زرک خان کی بہن آسیہ کی شادی کی تقریب نے اس کی زندگی میں بے حد خوشگواریت بھر دی تھی، حیدر حسن کون ہے وہ تب تک آگاہ نہیں تھی مگر ابٹن کے فنکشن میں جس فلمی انداز میں اس سے ٹکراؤ ہوا وہ ہرگز ناقابل فراموش نہیں تھا، اس کے سامنے زینیہ نے جتنے اعتماد اور نخوت سے بات کی تھی بعد میں دل کو اسی قدر بے ایمان ہوتا محسوس کرتی رہی، اس پہ حیدر کی اسے دی گئی اہمیت، اسے سپنوں کی وادی میں ناچتے ہوئے بھی دھکیل کر لے جاتی، ایسے میں امی بابا کی زرک خان کے لئے خواہش، دونوں ہی زرک خان کو اسے حوالے سے جانے کب سے پسند کرتے تھے، تاؤ جی کے کہنے کی دیر ہوئی، امی بابا جھٹ تیار بھی ہو گئے، ایسے میں حیرت انگیز بات حیدر حسن شاہ کا پرپوزل تھا، زینیہ جو دل ہی دل میں تعبیر کر پائی تھی حیران ششدر رہ گئی، اسے تو جیسے اپنی خوش بختی پہ ہی یقین نہ آتا تھا۔

لیکن امی بابا اسے جیسے تھوڑی تھے، ظاہر پہ مرنے والے، نہ انہیں حیدر کی وجاہت سے کچھ لینا دینا تھا نہ دولت کے ڈھیروں سے، بلکہ وہ تو الٹا متفکر ہو گئے تھے، حیدر کی فیملی کو ان میں ان کی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

دنیا میں کیا نظر آیا، آپس میں ایسا صلاح مشورے ہوئے اور بجٹ سمجھاؤ سے انکار کر دیا گیا، وجہ ظاہر ہے زرک خان تھا اور زینیہ جس کی زرک خان سے ایسی کوئی جذباتی یا قلبی وابستگی نہیں تھی، وہ اس کے لئے دیگر کزنز جیسا اک عام کزن تھا کی وجہ سے حیدر جیسے بندے کو انکار کرنا عظیم دکھ سے ہمکنار کر گیا، اسے لگا تھا جیسے قسمت یاوری کرتے کرتے ارادہ بدل گئی ہو، وہ اندر تک ڈھے گئی، یہ تصور ہی کتنا دلکش تھا کہ حیدر حسن شاہ جیسا گروٹ شائننگ پرسنالٹی کا مالک بے حد ہینڈسم لڑکا خود سے اس کا طلب گار تھا، یہ تو نعمت کو ٹھکرانے والی بات تھی، کئی بار اس کا جی چاہا، تمام لاج شرم بالائے طاق رکھے اور امی سے صاف کہہ دے، اسے زرک خان نہیں، حیدر حسن شاہ پسند ہے، مگر ایسی بے حجابی تو مر کے بھی وہ کرنے سے قاصر تھی، لیکن قدرت کو اس پہ رحم آ گیا تھا، جبھی تو جانے کیا ہوا کہ پانسہ پلٹ گیا، زرک خان چت ہوا اور حیدر حسن شاہ جیت گیا، زینیہ کو لگا تھا وہ ہواؤں میں اڑ رہی ہے، فضاؤں میں تیر رہی ہے، دنیا کے سارے حسین رنگ اس کے چہرے پہ آ بجے تھے، چاہے جانے کا احساس ہی بہت انوکھا اور خوب تر تھا، اس کے اندر روم میں اترا اور پورا وجود مہکا کے رکھ گیا۔

کتنے شوق، ارمانوں اور چاہ کے ساتھ وہ حیدر کے سنگ، رخصت ہو کر اس کی راج دھانی میں چلی آئی تھی اور جب اس نے حیدر کو دیکھا تو اسے پلکیں جھپکنی مشکل لگنے لگیں، وہ انوکھی دلہن تھی جو چوری چوری اپنے بے حد خوبرو دولہے کو دیکھتی تھی، حالانکہ یہ کام تو ہمیشہ سے دولہا کرتا آیا ہے، مگر وہ خود کو یقین دلانا چاہتی تھی، اتنی پیاری سی شیروانی میں ملبوس اس کے سامنے موجود وجیہہ شخص اب مکمل طور پہ اس کا تھا، بیچ میں کوئی ناکام سماج نہیں تھا، وہ اسے اپنی پسند بتا رہا تھا، محبت جتلا رہا تھا جیسے وہ پہلی نظر میں اس کے دل و نظر کو بھا گئی تھی، وہ مرد تھا اور اظہار کے معاملے میں بہت بے شرم، زینیہ لڑکی تھی، مشرقی لڑکی، حجاب اور لاج کی ماری، وہ اسے بتلا ہی نہ سکی، وہ اس سے بھی بڑھ کر اس کی عاشق ہے، اس سے بڑھ کر اسے چاہتی ہے، حالانکہ اس نے محسوس کیا بھی تھا کہ حیدر کو اس سے اظہار نہ کرنے کی شکایت ہے، شاید اسے بات طے ہو جانے کے بعد آج کل کی لڑکیوں کی طرح فون پہ بات کرنے پہ بھی شکوہ تھا، وہ بتا ہی نہ سکی، کہہ ہی نہ پائی کہ وہ فطری حجاب اور بے تحاشا شرمیلی مزاج کے باعث ایسا کرنے سے قاصر رہی ہے، اسے خبر نہیں تھی یہ گریز، یہ لاج اور بے حد بڑھی ہوئی شرم کو حیدر کچھ اور معنی پہنا دے گا، وہ اس سے بدگمان ہو جائے گا، وہ اس سے دور ہو جائے گا، وہ اگر جانتی تو کبھی اپنا نقصان نہ ہونے دیتی۔

☆☆☆

حیدر شاید اس کے ساتھ مکمل اور بھرپور وقت گزارنا چاہتا تھا، جبھی اس نے ہنی مون پیریڈ کچھ اور طویل کر دیا، وہ بہت رومینٹک مزاج رکھتا تھا اسے فل مون نائٹ بہت فیسی نیٹ کرتی تھی، اس کی خواہش زینیہ کے ساتھ چاندنی میں ٹہلنے اور پوئٹری سنانے کی ہوتی، وہ ساری رات بھی جاگ سکتا تھا، زینیہ کہاں عادی تھی، اسے جمائیوں پہ جمائیاں آنے لگتیں، جبھی بار بار سونے کی اجازت مانگتی، ایسے میں حیدر کو چپ سی لگ جاتی، وہ کیوں ایسے چپ ہو جاتا ہے اور کیا سوچتا ہے، زینیہ نے کبھی غور ہی نہ کیا، وہ تو بس اسے پا کر ہی مکمل ہو گئی تھی، جبھی ہر لحاظ سے مطمئن اور بے فکری تھی مگر یہ بے فکری بکھر جاتی رہی، جیسے جیسے وہ تیزی سے مقبول ہوتا گیا زینیہ کی جان پہ

بن کر آنے لگی، اس کی پہلی فلم نے ہی کامیابی اور شہرت کے ساتھ تمام ریکارڈ توڑ دیے، اس کے بعد وہ دھڑا دھڑ سائن کیا جانے لگا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا جب وہ پورے ملک میں سب سے زیادہ بھاری معاوضہ لینے والا ڈیمانڈنگ ایکٹر بن چکا تھا، اسی لحاظ سے اس کی مصروفیت بھی بڑھ گئی تھیں۔

زینیہ کو وہ بہت کم دستیاب ہونے لگا، جس پہ وہ اکثر اس سے الجھتی مگر حیدر کان کہاں دھرتا تھا اس وقت بھی وہ سو رہی تھی جب حیدر اپنی تیاری بھاگم دوڑ کرتے ساتھ ساتھ اسے بھی آوازیں دے رہا تھا۔

''اٹھ جاؤ زینیہ! یار دروازہ لاک کر لو جا رہا ہوں میں۔'' اس نے کوئی دسویں بار آواز دی، زینیہ کی نیند اور بے خبری کا وہی عالم دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ ٹکا کر اسے دیکھنا شروع کیا تو کسی خیال کے زیر تحت آنکھیں چمک اٹھی تھیں، اگلے لمحے وہ اس پر جھکا تھا اور زینیہ کی آنکھیں جو اس کے جھنجھوڑنے پہ بھی نہیں کھل سکی تھیں جیسے جادو کے اثر سے نہ صرف کھلیں بلکہ نیند بھی غائب ہو گئی، اس درجہ گستاخی پہ وہ حجاب آمیز کوفت، بلکہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی اور حیدر کا ہنستے ہنستے برا حال ہونے لگا تھا۔

''دیٹس گریٹ آئیڈیا، اب میں تمہیں ہمیشہ یونہی جگایا کروں گا۔'' وہ کھلکھلا رہا تھا اور زینیہ شرم سے کٹتی پلکیں جھکا گئی تھی۔

''جایئے! میں کر رہی ہوں بند دروازہ۔'' وہ اس سے نظریں چار نہیں کر رہی تھی، دن ایسے ہی حسین ترین تھے ان کی شادی کے بعد مما مستقل انگلینڈ پاپا کے پاس چلی گئی تھیں، زینیہ نے سارے ملازم فارغ کر دیے تو حیدر کتنا چیخا تھا۔

''یہ کیا کیا تم نے؟ کام کون کرے گا اب؟'' وہ ششدر تھا۔

''میں اور کون؟'' وہ ناز سے گردن اکڑا کے بولی، حیدر نے آنکھیں پھیلا کر اس کا دھان پان وجود دیکھنے لگا۔

''تم.....؟ نہیں کر سکو گی اور تم ملازمہ تھوڑی ہو یار۔''

''کر لوں گی، میں اس گھر کی مالکن ہوں، جبھی یہ قدم اٹھایا ہے، حیدر آپ زیادہ تر گھر سے باہر ہوتے ہیں مجھے غیر مرد ملازموں پہ بھروسہ نہیں۔'' اس کا لہجہ اٹل تھا، مہر لگاتا ہوا، حیدر کے بخشے مان اور محبت نے اسے بہت کم عرصے میں بہت اسٹرانگ پرسنالٹی کا روپ دے دیا تھا۔

''تو کوئی خاتون ہائر کر لیتے ہیں، جز وقتی ملازمہ کے طور پہ۔'' حیدر کے کہنے پہ وہ سر کو نفی میں دائیں بائیں جنبش دینے لگی۔

''فارغ کر دو میں تو پاگل ہو جاؤں گی، اچھا ہے بزی رہ کر بوریت سے بچی رہوں گی نا حیدر، پھر یہ بھی تو دیکھیں نا مجھے آپ کے کام کر کے بہت اچھا لگتا ہے۔'' وہ آنکھیں پٹپٹا رہی تھی، حیدر کو کاندھے اچکانے پڑے تھے، وہ کوشش کرتا تھا، زینیہ کو اس سے شکایت نہ ہو، مگر زینیہ کو پھر بھی شکایت ہونے لگی تھی، خاص طور پہ جب وہ دونوں اکٹھے کہیں نکلتے، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر حیدر دنیا کا حسین ترین مرد تھا تو زینیہ بھی دنیا کی سب سے پیاری لڑکی تھی، وہ دونوں جیسے بنے ہی اک دوجے کے لئے تھے مگر لوگ صرف حیدر کو دیکھتے اور ٹھٹکتے تھے اور والہانہ اس کی جانب لپکتے، خاص طور پہ نوجوان لڑکیاں، ایسے میں زینیہ کا دل جل کر خاک ہوا جاتا، وہ چاہتی تھی حیدر صرف اس کا ہے تو صرف اس کا بن کر رہے بھی، دیکھے بھی اس کے سوا اور کسی کو نہ، تھا بھلا یہ ممکن؟

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

وہ منہ پھلا لیتی تھی، حیدر سے بات کرنا چھوڑ دیتی، وہ مناتا ہوا ہارنے لگتا۔

"جب لڑکیاں آپ کو دیکھتی ہیں مجھے صرف برا لگتا ہے حیدر! مگر جب آپ انہیں دیکھتے ہو، انہیں اہمیت دیتے ہو مجھے تب ہر شے سے نفرت ہونے لگتی ہے، دل چاہتا ہے ہر شے مسمار کر دوں، جب آپ نے محبت صرف مجھ سے کی ہے تو پھر میرے ساتھ ساتھ اہمیت کیوں اوروں کو دیتے ہیں؟" اور حیدر اس کے احمقانہ سوالوں پہ ہنسے چلا جاتا۔

"تم پاگل ہو زنیرہ!" وہ ہنسی کے درمیان کہتا اور وہ لال بھبوکا ہونے لگتی۔

"میں پاگل ہوں، آپ بہت برے ہیں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے، ایسے میں حیدر ہمیشہ اسے بانہوں میں سمو لیا کرتا اور اک جذب کی کیفیت میں ہونٹ اس کی بھیگی آنکھوں سے مس کر دیا کرتا۔

"تم پاگل ہی تو ہو میری جان، تم اور ان میں بہت واضح اور بنیادی فرق ہے، وہ سب فیمیلز ہیں، جن کی شکلیں اور نام کچھ بھی مجھے یاد نہیں رہتا، تم بیوی ہو، وہ بیوی جس سے میں نے محبت کی شادی کی، سو یہ فرق بالکل معمولی نہیں ہے۔"

"آپ یہ سب چھوڑ کیوں نہیں دیتے حیدر! میری خاطر۔" وہ عاجزی سے کہتی اور حیدر کے وجیہہ و خوبرو چہرے پہ عجیب سا تاثر پھیل جاتا۔

"میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا، کسی عام انسان کے کہنے پہ تو بالکل نہیں۔"

"اس کا مطلب میں بہت عام ہوں آپ کے لیے۔" وہ پھر خفا ہو جاتی، اس کا اتنی جلدی بیان بدل لینا زنیرہ کو دکھ سے نڈھال کرنے لگتا، کتنا جھوٹا تھا وہ، واقعی اداکار تھا، فریبی۔

"تم سمجھتی نہیں ہو زنیرہ! میں لوگوں کی بات کر رہا ہوں، یہ پہلا موازنہ ہوا وہ فیمیلز اور دیگر وائف کا تھا، جس کی تم بلاشرکت غیرے مالک ہو مگر یہ الگ کیٹگری ہے۔"

"کیا الگ ہے؟ بتائیں۔" وہ بحث پہ اترتی اور حیدر خاموش سادھ لیتا، زنیرہ کی روح بھی اذیت سے شل ہوئی جاتی۔

"امی کہتی ہیں، دو کشتیوں پہ پیر جمانے کی کوشش پاگل پن کہلاتی ہے، ایسا انسان ہمیشہ منجدھار میں ڈوبتا ہے۔" ایک بار زنیرہ نے اسے بڑے وجد کی کیفیت میں تلاوت کلام پاک کرتے دیکھ کر طنز کا تیر برسایا تھا، جواباً حیدر کے پر سان چہرے پہ عجیب سی تمتماہٹ بکھر کر رہ گئی تھی۔

"کہتی تو ٹھیک ہیں وہ، لیکن یار منجدھار تک تو آنے دو، آگے کا اللہ مالک ہے، وہ ہے ناں سنبھالنے اور محفوظ رکھنے کو۔" اور زنیرہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی، یہ باتیں اس کے منہ سے زنیرہ کو بری انوکھی لگی تھیں۔

"دانستہ گناہ اور پھر توبہ کی امید...... خود سوچ لیں حیدر، اللہ کو کتنا ناراض اور خوش کرنے والی بات ہو سکتی ہے۔" اس کا انداز ناصحانہ تھا، حیدر کی مسکراہٹ گہری ہو کر رہ گئی۔

"واعظ و تبلیغ جاری رکھو، عین ممکن ہے بھٹکے ہوئے گنہگار صراط مستقیم کو اختیار کر لیں، گو کہ اس کا لہجہ دوستانہ اور نرماہٹ لیے تھا اور اس میں طنز کا دور تک کوئی شائبہ نہیں تھا اس کے باوجود زنیرہ کو اچھا نہیں لگا تھا۔" اس روز اسے پختہ یقین ہوا تھا، حیدر کی خود پسندی تکبر کا، یا پھر شاید وہ صحیح طور اسے سمجھ ہی نہ پائی تھی کہ اس کا اصل رنگ کیا تھا۔

☆☆☆

وہ بیڈ پہ ساکن لیٹا تھا، اس کے کمرے میں بہت گہرا اندھیرا تھا، ویسا ہی جیسا اس کی زندگی میں در آیا تھا، اندھیرا ہی تو چھا گیا تھا، اک زنیرہ کے چھوڑ جانے سے، وہ ہر لمحہ بکھر رہا تھا، ٹوٹ رہا تھا، کمزور پڑ رہا تھا، مگر اسے واپس آنے کا نہیں کہنا چاہتا تھا، حسین ترین جوان دوشیزائیں اس پہ اپنی ناز و ادا کے جال پھینکنے میں مصروف تھی جانے کیونکر زنیرہ کی گھر سے عدم موجودگی اور ان کی چپقلش سے باخبر ہو گئی، جبھی ہر تیسرے دن آن دھمکنے لگی، ابھی کچھ دیر قبل بھی حیدر نے اسے اچھی خاصی سنا کر بھگایا تھا، مگر وہ جانتا تھا اس جیسی بے شرم بے لحاظ اور اپنی عزت کی پرواہ نہ کرنے والی عورتیں ہمیشہ مردوں کو بھی خائف کیے رکھتی ہیں، وہ بھی خائف ہو رہا تھا، کسی بھی اسکینڈل کی زد میں آنے سے، زنیرہ کی بدگمانی کو ایسے میں کتنی ہوا ملتی وہ اندازہ کر سکتا تھا، اس نے کروٹ بدلی اور منہ پہ تکیہ رکھ لیا۔

ذہن کے دریچوں پہ پھر ماضی کے خوشگوار لمحے دستک دینے لگے، وہ کتنا گھبرا رہا تھا، ان اذیت ناک یادوں سے مگر دامن چھڑانا بھی تو آسان نہیں تھا، وہ نہیں تھی تو اس کی یادیں آ گئی تھیں، وہ پہلی ہی کی طرح اپنی یادوں کو اس پر مسلط کر گئی تھی، اس کی بے خواب جلتی آنکھوں میں پھر ایک منظر روشن ہونے لگا۔

احساس تو کر ان جذبوں کا
تو ہے مصروف بے حد لیکن
جینا بھی مجھے دشوار لگے
اتنا تو نظر انداز نہ کر

اس سے کچھ ہی فاصلے پہ وہ وارڈ روب میں کپڑے سیٹ کر رہی تھی، جب کب سے اس کے منتظر حیدر نے کسی قدر جھنجھلاتے ہوئے اس کی کلائی پکڑ کر صوفے پہ اپنے مقابل گرا لیا، زنیرہ نے اس حرکت پہ اسے گھور کر دیکھنا چاہا مگر اس کی آنکھوں میں مچلتے جذبے اس خواہش کی تکمیل میں حائل ہوئے تھے۔

"کیا ہے حیدر! آپ کو پتا بھی ہے کتنا کام ہے ابھی۔"

"کام کو دفع مارو یار، تم بس میرے پاس بیٹھو، یہ دیکھو مجھے ایسی بیوی چاہیے۔" حیدر نے ریموٹ سے ٹی وی کا والیوم بڑھایا، جہاں ہیروئن صاحبہ ہیرو کو ٹائی باندھتے ہوئے ایک قسم کی کانچ سے چنچل شرمیلے انداز میں ڈائیلاگ جھاڑ رہی تھی، زنیرہ کا چہرا حجاب سے گلابی پڑتا چلا گیا۔

"او نہہ، نری بے حیائی، مجھ سے ایسی توقع نہیں رکھیے گا بھی۔" اس نے ناک چڑھائی اور بڑی رعونت سے کہا تھا، حیدر کا منہ کھل گیا۔

"کیا بے حیائی ہے اس میں، یار میاں بیوی ہیں دونوں جیسے ہم۔"

"مگر یہ دونوں اسکرین پہ ہیں، سارا عالم انہیں دیکھ رہا ہے، بچے اور خاص طور پر نوجوان نسل، سوچا آپ نے کیا سوچ رہے ہوں گے وہ۔" وہ چڑ کر غصے میں بولنے لگی۔

"اچھا دفع مارو ان کو، ہمیں تو نہیں دیکھتا کوئی، پھر بھی تم میرے ایسے لاڈ نہیں اٹھاتیں۔" وہ بسورا اور زنیرہ شرم سے جیسے کٹ کر رہ گئی۔

"ایسی بے شرمی کے مظاہرے نہیں ہوتے مجھ سے۔" اس کا انداز ہنوز تھا، حیدر کا رنگ قدرے پھیکا پڑا، مگر انا پرست تھا اپنی تذلیل گوارہ نہیں تھی، جبھی سرد آہ بھر کے کہا بھی تو بس اتنا۔

غرور اس پہ بہت جچتا ہے مگر کہہ دو
اسی میں اس کا بھلا ہے غرور کم کر دے

"ورنہ......؟" وہ آنکھیں نکالنے لگی، جواباً حیدر نے بے بسی کے مظاہرے کو کاندھے اچکا دیے تھے۔

"ورنہ کچھ نہیں، میں تو پھر بھی تمہیں ایسے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ں محبت کرتا رہوں گا۔" اور زنیرہ کے چہرے پہ فخریہ اور مغرور تبسم کی مسکان نے جگہ لے لی، وہ کچھ دیر یونہی اسے دیکھتی رہی تھی پھر بہت سنجیدگی سے گویا ہوئی تو لہجہ کسی قدر عاجز بھی تھا۔

دیکھو مجھے ڈر لگتا ہے غصے سے تمہارے تم مجھ سے خفا ہو تو اظہار نہ کرنا اور حیدر...... اس کے جیسے دل کو کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا تھا، کچھ کہے بغیر اس نے بے حد نرمی اور ملائمت کے ساتھ اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"بے وقوف لڑکی! ایسی بات کیوں سوچی، کوئی اپنی زندگی سے بھی خفا ہوتا ہے؟" اور زنیرہ جواباً کتنے آسودہ انداز میں ہنسنے لگی تھی۔

"ہاں یہ تو ہے، ویسے میں آپ کو آرڈر کر رہی تھی۔" اس کا انداز شریر اور سرشار تبسم کا تھا، حیدر نے بے چینی میں پھر کروٹ بدلی، وہ اس کی زندگی قرار نہیں پایا تھا، جبھی بہت آسانی سے وہ اس سے خفا بھی ہوئی تھی اور چھوڑ کر بھی چلی گئی تھی، اس کی آنکھیں جلنے لگیں، اس کا پورا جسم بھی جلنے لگا، وہ ہر لمحہ خاکستر ہو رہا تھا۔

☆☆☆

اس دن بیسواں روزہ تھا، طاق راتوں کی ابتدا ہو چکی تھی، زنیرہ کی تو تمام دعائیں ہی جیسے حیدر کے گرد گھومتی تھیں، ان دنوں اس کی طبیعت قدرے سنبھل گئی تھی، جبھی بہت دنوں بعد روزہ بھی رکھا تھا اور رات کو جاگ کر عبادت کا بھی خیال تھا، افطاری کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ کر نماز ادا کرنے لگی، دعا کو ہاتھ پھیلاتے ہی پلکوں پہ آنسو جگنو بن کر چمکنے لگے، وہ ہر بار ہچکیوں سے روتے نڈھال ہوا کرتی تھی، اس وقت بھی دل کا بوجھ ہلکا ہونے پہ ہی اٹھی تھی، بابا ابھی مسجد سے نہیں آئے تھے، امی کی نماز کے بعد طویل وظائف ہوا کرتے تھے، کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا، وہ ایکدم خالی اور فارغ ہو گئی تھی ورنہ اکثر تو حیدر سے اسی کام کی زیادتی پہ الجھا اور جھگڑا کرتی، نعمتوں کا اور رشتوں کی قدر دانی کا احساس ہی انہیں کھونے کے بعد جاگا کرتا ہے، وہ طول ہوئی نل سے پائپ لگا کر سرخ اینٹوں کا فرش ٹھنڈا کرنے کی غرض سے بھگونے لگی۔

"مما...... مما۔" اس نے دروازے کے پار گاڑی کی آواز سنی تو تھی، مگر دھیان اس لئے نہیں دیا کہ اب تک حیدر کی جانب سے مایوس ہو چکی تھی، اذان کی پکار پہ اس نے بے اختیار گردن موڑی اور اگلے لمحے پائپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"ہم آ گئے ہیں مما! یہ دیکھیں عیشہ بھی ہے۔" اذان بھاگتا ہوا آ کر اس سے لپٹا تھا، زنیرہ نے جھکتے ہوئے اک ساتھ بے تابانہ وارفتگی سمیت دونوں کو بازوؤں میں بھر لیا، انہیں اپنی تشنہ ہو جانے والی مامتا کی بارش میں بھگوتے وہ بے اختیار رو پڑی تھی۔

"آپ مت روئیے مما! اب ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔" اذان کی تسلی پہ وہ بجائے مطمئن ہونے کے چونکی اور خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیوں......؟ بابا کہاں ہیں آپ کے وہ نہیں آئے؟" اس کی آنکھوں میں سوال تھے تو پور پور میں بے چینیاں اترنے لگیں۔

"نہیں، لیکن بابا نے ہی ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے، شوفر کے ساتھ۔" اذان کے جواب پہ اس کا دل ساکن ہو کر رہ گیا۔

"کیوں؟ آپ کیوں انہیں اکیلا چھوڑ کر آئے، اذان بیٹے آپ ان سے کہتے وہ ہماری مما کو یہاں لے کر آئیں۔" وہ جیسے رو دینے کو ہو گئی

تھی۔

"کہا تھا مما بہت فورس بھی کیا تھا، نہیں مانے بابا، عیشہ بہت روئی تھی، بہت بیمار بھی تھی جبھی بابا نے ہمیں یہاں آپ کے پاس بھیج دیا، آپ خوش کیوں نہیں ہوئیں مما!" بچے کا معصوم ذہن ماں کو متفکر پا کر حیران تھا، زنیرہ کچھ کہے بغیر منہ پہ ہاتھ رکھ کر سسکنے لگی۔

"زنیرہ پلیز ریلیکس، بچے پریشان ہو رہے ہیں۔" زرک خان کی آواز پہ اس نے بھیگی پلکیں اٹھائیں اور کچھ کہے بغیر یونہی روتی ہوئی اٹھ کر اندر بھاگ گئی، زرک خان گہرا متاسفانہ سانس بھرتا بچوں کی جانب متوجہ ہو گیا تھا، جو قدرے متوحش نظر آنے لگے تھے اس صورت حال سے۔

☆☆☆

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب تھی، مسجدوں سے ذکر اذکار اور صلوۃ پڑھنے کی آوازیں ماحول کا حصہ تھیں، عموماً لوگ اسی شب کو شب قدر سمجھتے ہیں اور خصوصیت سے عبادات کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ احادیث مبارکہ میں شب قدر کو رمضان المبارک کی آخری راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہوا ہے، زرک خان نے ملازم کو اپنا نام بتانے سے گریز کیا تھا اور حیدر سے ملنے کی خواہش کا اظہار بھی، ملازم نے اسے نفاست اور قیمتی ساز و سامان سے سجے ڈرائنگ میں بٹھایا اور غالباً حیدر کو بلانے چلا گیا، اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا، شکن آلود سفید کلف کے کرتا شلوار میں ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ اس کے روبرو تھا، اپنی ٹھٹکا دینے والی وجاہتوں اور دلکشی کے ہمراہ۔

وہ ہی صحیح معنوں میں زنیرہ جیسی بے تحاشا حسین لڑکی کا صحیح حقدار تھا، یہ بات زرک خان نے بہت پہلے خود کو سمجھا دی تھی اور صبر کرنے کی کوشش میں ہلکا کیا تھا۔

"تم......؟ میرا مطلب ہے کہ آپ کے آنے کی زحمت کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" حیدر اسے دیکھتے ہی اس کی توقع کے عین مطابق نہ صرف چونکا تھا بلکہ ناگواریت وقتی کے ساتھ بے تحاشا غصے سے بھی بھر گیا۔

"میں جانتا ہوں حیدر حسن کہ آپ کو میرا یہاں آنا پسند نہیں آ سکا، میں یہ بھی جانتا ہوں آپ مجھے پسند نہیں کرتے، اس تمام ناپسندیدگی کی وجہ جتنی بھی غیر اہم ہو مگر اس وقت قابل ذکر بات یہ ہے میرا آپ سے اب ملنا ناگزیر ہو چکا تھا، آپ کے برا ماننے کو جانتے ہوئے بھی میں یہاں آیا ہوں حیدر صاحب تو اس کی وجہ زنیرہ حیدر ہی ہو سکتی ہیں۔"

سلام سے بات کا آغاز کرتے ہوئے زرک جتنا سنجیدہ اس وقت تھا، شاید ہی اپنی زندگی میں کبھی ہوا ہو، حیدر نے ہونٹ بھینچ لئے، نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا، وہ نہ اسے دیکھنا چاہتا تھا نہ ہی کچھ بات کرنا، رقیب سے بڑھ کر کوئی تکلیف دہ رشتہ نہیں، اس نے یہ بات ابھی جانی تھی، اس سے سامنے کے بعد، جبکہ وہ دونوں پہ یہ بھی جانتے تھے کہ زنیرہ زرک کی وجہ سے ہی اسے چھوڑ کر گئی تھی۔

"آپ کی یہی ناپسندیدگی تھی حیدر کہ میں اپنے گھر شہر اور پھر ملک سے بھی نکل گیا، میں والدین کا اکلوتا بیٹا تھا، ان کی تمام امیدوں کا مرکز، لیکن میرے دامن پہ داغ لگے میری وجہ سے کسی معصوم بے گناہ لڑکی پہ شک ہو یہ تو ہرگز بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا، آپ کی آنکھوں میں میں اپنے لئے ناپسندیدگی پا چکا تھا اور شک بھی، جبھی اتنی دیر واپس نہیں آیا جب تک میں نے شادی نہیں کر لی، حیدر صاحب کیا مجھے آپ کو یقین

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

دلانا چاہتے ہوئے کہ زینیہ کا بھولے سے ہرگز ہرگز بھی کوئی جذباتی لگاؤ نہیں تھا، آپ کے پروپوزل سے محض چند دن قبل میرا رشتہ گیا تھا اس کے لئے، لیکن اس کا واضح رجحان میں آپ کی جانب محسوس کر چکا تھا، یہ حقیقت ہے کہ اگر میں خود خالہ امی کو منع نہ کرتا تو آپ کا رشتہ کبھی قبول نہ کیا جاتا، کہ اتنا ہی وہ لوگ مجھے عزیز رکھتے تھے، میرا مقصد یہاں آپ پہ اپنی برتری جتلانا نہیں ہے پلیز......" حیدر کے چہرے پہ ناگواری دیکھ کر وہ وضاحتی اور دفاعی انداز میں واضح کر کے بولا، پھر گہرا سانس بھرا تھا اور اسے التجا آمیز نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔

"زینیہ آپ سے محبت کرتی ہے حیدر صاحب! اس محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا لیں کہ آپ نے بچھڑ کر وہ جینا بھولتی جا رہی ہے، اگر مزید یہ صورتحال رہی اور آپ نے اصلاح کی طرف قدم نہیں اٹھایا تو خدانخواستہ کچھ بہت غلط بھی ہو سکتا ہے، یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں اس کی حالت دیکھ چکا ہوں، مجھے افسوس ہے اور بہت دکھ بھی کہ میری وجہ سے آپ اور زینیہ دونوں کو ہی اذیت کا شکار ہونا پڑا۔"

حیدر تب بھی خاموش لب بھینچے ہوئے تھا اب بھی ویسے ہی بیٹھا رہا، البتہ اک تبدیلی ضرور آئی تھی، پہلے وہ اسے دیکھنے سے گریزاں تھا، اب اس کا پرکھتی جانچتی نظروں سے جائزہ لے رہا تھا، جہاں سچائی تھی، شفاف سچائی، اس کے اندر عجیب سا احساس اترنے لگا۔

"کیا میں امید رکھوں کہ آپ......" زرک کی امید افزا نظروں کے جواب میں حیدر نے کوئی تاثر دیے بغیر چہرا پھیر لیا، زرک کا رنگ پھیکا پڑا، پتا نہیں انا کو مار کر اٹھایا یہ قدم کچھ فائدہ دینے والا بھی تھا کہ نہیں۔

"میں چلتا ہوں مگر اک آخری بات......

زینیہ بہت شائی ہے حیدر، بہت گہری بھی، اسے محبت کا اظہار کرنا نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیجئے گا وہ محبت کرتی ہی نہیں ہے، آپ یقین کر سکتے ہیں جن دنوں آپ کے پروپوزل کو رد گیا تھا میں نے اسے راتوں کو بے قرار اور سجدوں میں روتے دیکھا تھا، وہ اگر تب اس تعلق اور محبت کی ابتدا میں آپ کو کھونے سے اتنی خائف تھی تو اب اس احساس میں کتنی گہرائی کتنی شدت ہو گی اندازہ تو کرنا چاہیے، آپ کو، وہ اب بھی سجدوں میں روتی اور راتوں کو جاگتی ہیں، یہاں تک کہ وہ بچوں کے باپ کی وجہ سے اپنے بچوں سے بھی غافل ہو چکی ہیں، میرا مشورہ ہے اک بار اس سے مل لیں، شاید کسی حتمی فیصلے کو کرنے میں سہولت میسر آ جائے۔" زرک خان کا لہجہ آخر میں نا چاہتے ہوئے بھی خفیف سا طنز سمیٹ لایا، اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا، اس نے اپنا قرض ادا کر دیا تھا، اب آگے زینیہ کی قسمت تھی۔

☆☆☆

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ ساکن بیٹھی تھی، آنکھوں میں اترے آنسو بھی ساکت پہ تیر رہے تھے، گویا قیدی ہو گئے تھے اس کے غم کے، اسیر ہو گئے تھے اس کے درد کے، یہ چاند رات تھی، خوشیوں کی رات، ہر کوئی خوش تھا سوائے اس کے دل کے، یہاں تک کہ اس کے دونوں بچے بھی بے حد مسرور تھے، ابھی کچھ دیر قبل عجیبہ اور اذان امی بابا کے ساتھ شاپنگ کر کے لوٹے تھے، رنگ رنگ کپڑے، شوز، گلاسز اور جانے کیا کچھ، نانا نانی نے نواسہ نواسی کے خوب لاڈ اٹھائے تھے، عجیبہ نے تو رنگ برنگی چوڑیاں بھی پہنی تھیں، وہ اک اک چیز اسے دکھا کر خوش ہوتے رہے

"کل بابا آئیں گے مما! یا ہم بابا کے پاس جائیں گے۔" اذان بار بار سوال کو دہراتا تھا اور

وہ ہونٹ کاٹنے لگی تھی، کتنی مشکلوں سے دونوں کو بہلا کر سلانے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"آپ اتنے کٹھور تو کبھی بھی نہیں تھے حیدر۔" اس کا دل سسک اٹھا۔

عجیبہ نے نیند میں کروٹ بدلی اور مہندی کے نقش و نگار سے سجا ہاتھ اس کے اوپر رکھ دیا، زینیہ نے ساکن نظروں سے اپنے گلابی دوپٹے پہ تازہ مہندی کا رنگ اترتا دیکھا، آنسوؤں سے چھلکتی آنکھوں میں یہ منظر دھندلایا اور اس کی جگہ اک اور حسین یاد اترنے لگی، اسے یاد تھا ان کی شادی سے دو ماہ بعد عید آ گئی تھی، زینیہ کو تو مہندی لگوانے کا بہانہ چاہیے ہوتا تھا، مگر اب صورتحال مختلف تھی، گھر کی اور حیدر کی تمام تر ذمہ داریاں اس پہ آ پڑی تھیں، کام سے فراغت پاتے ہی وہ کون لے آئی اور بہت دل جمعی کے ساتھ ہاتھ پہ بیل بوٹے بنانے شروع کر دیے، حیدر روم میں آیا تو اس کا ڈیزائن تقریباً مکمل ہوا چاہتا تھا۔

"اف...... یہ کیا الا بلا لگا کر بیٹھ گئی ہو زینیہ! جاؤ ہاتھ دھوؤ۔" حیدر کا موڈ سخت خراب ہو گیا تھا، زینیہ کو اس قدر شاک لگا۔

"اللہ اللہ! مہندی نہیں پسند آپ کو۔" حیدر کے فی الفور سر کو نفی میں ہلانے پہ وہ بے دریغ اسے گھورنے لگی۔

"پھر تو بہت ان رومینٹک ہیں آپ، بھئی مہندی کی خوشبو تو حواسوں پہ کیف اور خمار طاری کر دیتی ہے اک آپ ہیں۔" وہ چچ چچ کرتی گویا اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"سارا رومینس مہندی میں ہی تو نہیں جا گھسا، اس کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں محترمہ بتاؤں؟" اس نے اسے ایک دم بازوؤں میں بھر لیا تھا، زینیہ چلا اٹھی تھی۔

"اف...... چھوڑیں نا، پھیل جائے گی، خراب ہو جائے گی میری مہندی، اتنی مشکل سے لگی ہے میری محنت کا کچھ تو خیال کریں۔" اس کا انداز کچھ ایسا احتجاجی تھا کہ حیدر کو سارا رومینس بھول کر اسے چھوڑنا پڑا۔

پھر اس کے مطالبات اور فرمائشیں وہیں پہ ختم نہیں ہوئی تھیں، دونوں ہاتھوں پہ مہندی لگائے اب وہ مزید کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی، حیدر کو بھی اسے پانی پلانا پڑا تھا تو کبھی اس کے اصرار پہ اس کی پسند کا چینل سرچ کر رہا تھا۔

"مہندی لگی ہے نا، اب خود کیسے کروں؟" اس کی گھورتی نظروں کے جواب میں وہ ہر بار ادا سے مسکرا کر کہہ دیتی حیدر نے برا نہیں مانا مگر بے حد خوشگوار بات کرتے جب حیدر نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو کیسے بدک کر چلائی تھی وہ۔

"حیدر...... کچھ تو خیال کریں، اتنی محنت سے لگائی مہندی خراب کریں گے۔" اور حیدر کا غصہ آسمان چھونے لگا تھا۔

"اس مہندی کی تو ایسی کی تیسی، اس کا اتر جانا ہی بہتر نہیں ہے اگر یہ اتنی پابندیاں عائد کرے مجھ پہ۔" اس کے چیخنے چلانے کی پرواہ کیے بغیر حیدر نے گیلی مہندی اسی کے دوپٹے سے صاف کر کے دوپٹہ گول مول کر کے قالین پہ پھینکا اور بسورتی ہوئی زینیہ کو بانہوں میں بھر کے کھلکھلایا تھا۔

"ہمیشہ کے لئے نوٹ کر لو لڑکی، میں اپنے اور تمہارے درمیان اس مہندی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا، اگر لگانی ہو تو اس وقت لگانا جب میں تمہارے پاس نہ ہوں۔" اس کا ناک پکڑ کر دباتے ہوئے وہ کتنے تحکمانہ مگر محبت آمیز لہجے میں بولا تھا، زینیہ کی آنکھ سے ٹپ ٹپ موتی برسے۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"میں نے کبھی دوبارہ مہندی نہیں لگائی تھی۔ حیدر آپ جانتے ہیں، پھر یہ کیوں نہ جان پائے کہ میں ایسا کبھی نہیں چاہتی تھی کہ آپ کبھی میرے پاس نہ ہوں، مجھے پتا تھا ناں، نہیں جی سکتی آپ کے بغیر۔" گھٹنوں پہ چہرا رکھے وہ پھر خود پہ ضبط کھو گئی تھی اور وہاں آ کر ٹھہر جانے والے حیدر کے دل میں آخری کانٹا بھی جیسے کسی نے غیر محسوس انداز میں کھینچ کر نکال دیا۔

"اونہہ، مجھے ہرگز الہام نہیں ہوتے تھے، گنہگار سا بندہ ہوں یار۔" اس کا لہجہ گمبھیر تھا، سرگوشی سے ذرا سا ہی بلند، اس کے باوجود زنیبہ تک جا پہنچا، اس نے بری طرح چونکتے آنسوؤں سے تر چہرا اوپر اٹھایا اور جیسے حیرت و غیر یقینی سے منجمد ہو گئی۔

"آ...... آپ......؟" اس کے بھیگے ہونٹ عالم تحیر میں کانپے، وہ دروازے سے کاندھا ٹکائے مسکراتا ہوا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، ہمیشہ کی طرح فریش، شاندار اور بے حد اٹریکٹو۔

"اگر یہ اعتراف اور اظہار پہلے کر لیا ہوتا تو کبھی ہمارے بیچ یہ تکلیف دہ مرحلہ نہ آتا زنیبہ۔" وہ پہلی بار شاکی ہوا تھا اور زنیبہ اٹھ کر بھاگتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی، وہ روتی جاتی تھی اور بار بار چھو کر اسے دیکھتی تھی، گویا خود کو اس کی موجودگی کا اعتبار بخشتی تھی، آنسو اور شدت سے بہنے لگے

"آئی ایم سوری زنیبہ! میں نے تمہیں تکلیف دی۔" وہ بے حد شرمندہ سا بولا، زنیبہ نم آنکھوں میں بے تحاشا شکایت لئے اسے دیکھے گئی۔

"میں نے زرک خان کو ہمیشہ بھائی کی نظر سے ہی دیکھا تھا، اگر امی بابا نے میری اس سے شادی کرنی چاہی تھی تو اس میں میرا کیا قصور تھا بھلا؟"

"آئی ایم سوری یار، بس مانتا ہوں، بہت شدت پسند ہوں میں، پھر معاملہ تم نے خود بھی تو بگاڑا، منہ اٹھا کر چلی گئیں اس کے ساتھ یہ خیال تو کیا ہوتا کہ تم نے بھی اس کے حوالے سے میرا ذہن صاف نہیں کیا۔" حیدر کے کہنے پہ زنیبہ نے متاسفانہ نظریں اس پہ جما دیں۔

"ضروری ہے حیدر! ہر بات منہ سے کہی جائے، ہماری حرکات و سکنات از خود گواہی دے رہی ہوتی ہیں کہ ہمیں کس سے کیا چاہیے، یا کسی کے لئے ہمارے پاس کیا ہے۔" اس درجہ مدلل جواب پہ حیدر کھسیا کر مسکرایا تھا۔

"ہم اگر ایسی بات مجھے سمجھا سکتی ہو تو خود کیوں نہ سمجھی، کہ میں کتنی محبت کرتا ہوں تم سے، کیوں بار بار اظہار کا اصرار ہوتا تھا تمہارا؟" اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور ان میں اک مدت بعد زنیبہ نے شوخی و شرارت اترتے دیکھی۔

"وہ ایک یکسر الگ قصہ ہے، یہ بتائیں اب کیسے آ گئے آپ؟ انا نے اجازت دے دی؟" وہ خفا خفا سی بولی تھی، جواب میں حیدر کی آنکھوں میں بے تحاشا شاکی پن جھلک آیا۔

"ٹھیک کہتی ہو، ساری بات ہی محبت کی ہے، مجھے تھی جبھی لوٹ ہی آیا ہوں، تمہیں ہوتی تو تم کرتی اس انا کو قربان۔" وہ واقعی بدل گیا تھا، بار بار شکوہ کر رہا تھا مگر یہ شکوہ ایسا تھا جو زنیبہ کے زخموں سے کھرنڈ نوچ کر پھینک گیا۔

"میرے نزدیک محبت انا سے بہت زیادہ قیمتی تھی، جبھی اسے بچانے کو انا قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا، لیکن وہاں جا کر پتا چلا کہ حیدر صاحب تو اپنے بچوں کی ماں کو اپنے تئیں مار چکے، اب مری ہوئی زنیبہ کو میں زندہ بھی کرتی تو کیسے؟" اس نے آنسوؤں کے درمیان سارا قصہ سنایا تو حیدر سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

''ابھی تمہیں گھر لا..... اور پھر بھاگ بھی آگئیں۔'' وہ سوالیہ ہوا، زینیہ نے نظر کا زاویہ بدلا یعنی ثابت ہوا، صرف احمق ہی نہیں جذباتی بھی بلا کی ہو، ان دنوں میں جس ذہنی کرب سے گزر رہا تھا تم نہیں سمجھ سکتیں۔

''ہاں میں کیونکر سمجھوں گی؟ میں تو یہاں پھولوں کے بستر پہ سوتی رہی ہوں نا، بہت ذہنی کرب میں تھے آپ، جبھی تو اس ثمرین سے ساز باز ہو رہی تھی، جب آپ اسے میری جگہ دینے کو تیار ہو گئے تھے اور مجھ سے جان چھڑانا چاہتے تھے پھر میں وہاں کیوں رکتی، مجھے آنا ہی تھا۔'' اس کے رکے ہوئے آنسو پھر سے بہنے لگے، حیدر اسی قدر عاجز اور بے چین ہو کر رہ گیا۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے، یہ سب تمہارے ذہن کے مفروضے گھڑے ہوئے ہیں، زینیہ تم اتنی سمجھ بھی نہیں رکھتیں کہ اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو بہت پہلے کرتا، میرے لئے تمہاری اہمیت الگ تھی جو تمہیں تھی وہ کبھی کوئی اور نہ تھی نہ بن سکتی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ میں کچھ معاملوں میں شدت پسند رہا ہوں لیکن اب تمہیں شکایت نہیں ہو گی، مجھے اب اس اعتراف میں بھی عار نہیں ہے کہ میں تمہارے جانے کے بعد ادھورا ہو گیا تھا، میرا سب کچھ ادھورا تھا، میرا گھر، میرے بچے، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' حیدر خاموش ہوا اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا، گویا اس کی رائے جاننے کا متمنی ہو۔

''کچھ بولو نا زینیہ!'' حیدر کو اس کی چپ عجیب لگی۔

''کیا بولوں؟ مطالبہ تو آپ نے اب بھی میرا پورا نہیں کیا، اتنی ڈھیر ساری باتوں میں بس اک بات کی کمی تھی۔'' وہ منہ پھلا کر بولی تھی اور غصے سے اسے گھورا، حیدر ہونق ہوا تھا۔

''ہاں نہیں..... کون سی بات رہ گئی بھلا؟'' وہ سٹپٹایا اور سر کھجانے لگا۔

''آپ بہت برے ہیں حیدر! ابھی نہیں سدھر سکتے، یہ بھی میں یاد دلاؤں؟'' اس نے روہانسی ہوتے اسے دیکھا اور حیدر نے مسکراہٹ دبالی تھی۔

''ہاں، کیا حرج ہے۔'' اس نے کاندھے اچکائے۔

''یہ سارا کچھ نہ بھی کہتے، بس اتنا کہہ دیتے کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے، کہیں نا مجھ سے محبت ہے۔'' اس کے ہاتھ تھام کر وہ پہلے شاکی ہو کر بھی اصرار کرتے ہوئے بولی تو حیدر زور سے ہنس پڑا تھا۔

''مجھے تمہاری خواہش تمہارا مطالبہ ہمیشہ ازبر رہا ہے، یونو زینیہ میں جان کر انجان بنا ہوا تھا، صرف اس لئے کہ تم بھی اظہار کرنا جان جاؤ مگر.....'' اس نے تاسف سے کہا اور بات ادھوری چھوڑ دی، زینیہ جھینپ کر ہنس پڑی۔

''آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہو گی، میں بھی جان گئی ہوں حیدر کہ محبت صرف عمل سے ظاہر کرنے کا نام نہیں ہے، رشتوں کی مضبوطی اور تقویت کے لئے زبان سے بھی اس کا اظہار ضروری ہے۔''

کچھ دیر بعد جب وہ خوش باش اپنے گھر جا رہے تھے، زینیہ نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد کہا تھا، حیدر کے چہرے پہ دلکش مسکان سورج کی پہلی نوخیز کرن کی طرح چمک اٹھی۔

''تمہیں یاد ہے تم مجھے باور کرانے کو امجد اسلام امجد کی نظم سنایا کرتی تھیں، وہ ہمیشہ سے ادھوری رہنے دی تم نے، شاید اسی لئے کہ اسے آج میں نے مکمل کرنا تھا۔'' وہ مسکرایا پھر بے حد جذب سے اسے دیکھتے ہوئے گمبھیر لہجے میں

گنگنانے لگا۔

مجھے تم سے محبت ہے
سمندر سے کہیں گہری
ستاروں سے سوا روشن
پہاڑوں کی طرح قائم
ہواؤں کی طرح دائم
زمیں سے آسماں تک
جتنے بھی اچھے مناظر ہیں
محبت کے کنارے ہیں
وفا کے استعارے ہیں
ہمارے واسطے یہ
چاندنی راتیں سنواتی ہیں
سنہرا دن نکلتا ہے
محبت جس طرف جائے
زمانہ ساتھ چلتا ہے
ہاں یہ سچ ہے
ہماری زندگی اک دوسرے کے نام لکھی ہے
دھنک کا سا جو آنکھوں کے پاس
دور تلک پھیلا ہے
اسی کا نام چاہت ہے

زینیہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسٹیرنگ پہ دھرے حیدر کے ہاتھ پہ بہت مان بھرے انداز میں رکھا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر شرمیلی مسکان لبوں پہ سجاتے اسے چپ ہونے کا اشارہ کیا تھا۔

''نہیں بس اب میں پڑھوں گی، یہ اظہار میری جانب سے ہونا چاہیے کہ اسے سننا حق ہے آپ کا، آپ کی بے پایاں محبت کا۔''

مجھے تم سے محبت تھی
مجھے تم سے محبت ہے
محبت کی طبیعت میں
یہ کیسا بچپنا قدرت نے رکھا ہے
محبت جتنی بھی پرانی
جتنی بھی مضبوط ہو جائے
اسے تائید تازہ کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے

وہ ہنسی تھی اور اپنا سر حیدر کے کاندھے سے ٹکا دیا، لڑائی اگر محبت کی ہو اور انا بیچ میں حائل نہ ہو تو محبت کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے، ان کے بیچ انا حائل ہوتے ہوتے رہ گئی تھی، ہر لڑائی بھی محبت کے بڑھاوے کا باعث بنی تھی، دونوں نے اپنی اپنی غلطی تسلیم کی تو یہ غبار چھٹ گیا تھا، زینیہ اب وہ حیدر کو بالکل اور اچھی طرح سمجھ گئی ہے، اب بھی اسے شکایت کا موقع نہیں دے گی، وہ وعدہ کر رہی تھی حیدر سے کہ وہ اس کی فینز سے بھی اب کبھی جیلس نہیں ہو گی اور حیدر جانتا تھا وہ سارے وعدے پورے کر بھی دے تو اس آخری عہد پہ قائم نہیں رہ پائے گی، پھر لڑائی تو ہو گی، ہونی بھی چاہیے کہ محبت میں لڑائیاں اور صلح کا اپنا چارم اور دلکشی ہے، مگر وہ شوبز کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا، زینیہ کے لئے نہیں، اللہ کے لئے، وہ ایسا کام اللہ کے لئے ہی کر سکتا تھا مگر کرتا اس وقت تھا جب اس کی توفیق عطا ہوئی اور یہ توفیق عطا ہو چکی تھی، یہ عید خاص طور پہ حیدر کے لئے عید سعد بن کر ہی آئی تھی کہ اللہ نے اس کا رخ اپنے راستے کی جانب پھیر لیا تھا، برائی سے اچھائی کی جانب کا تعین کر دیا تھا، اس سے بڑھ کر بھی اس کی کوئی خوش بختی ہو سکتی تھی بھلا۔

☆☆☆